سورۃ فاتحہ کی اجمالی تفسیر

گناہ گار کی نماز

شیخ التفسیر والحدیث مولانا ابو محمد محب اللہ نقشبندی

از خُدام طریقہ نقشبندیہ فضلیہ

مالکیہ فریدیۃ کوہاٹ

ضروری تفصیل

اللّٰھم کن لکاتبہٖ کما کنت لِمحمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

نام وعظ: گناہ گار کی نماز

واعظ: شیخ التفسیر والحدیث مولانا ابو محمد محب اللہ نقشبندی (خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مقام: مسجد بلال، پراچہ ٹاون کوہاٹ، پاکستان۔

تاریخ کتابت: ۲ رابی الاول ۱۴۳۵ھ تا بروز بدھ ۱۴ شوال ۱۴۳۵ھ

موضوع: سورۃ فاتحہ کی اجمالی تفسیر

ناشر: از خُدام طریقہ نقشبندیہ فضلیہ مالکیہ فریدیۃ کوہاٹ

فہرست مضامین

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	انتساب	
	تقریظات	
	مقدمہ	
	باب ۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	۱۳
	خلاصہ عقیدہ توحید	۱۴
	باب ۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	۱۵
	عقیدہ رسالت	۱۵
	سلسلہ رسالت اور نبوت، انسانوں میں رحمت	۱۶
	خلاصہ عقیدہ رسالت	۱۷
	باب ۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ	۱۸
	عقیدہ آخرت	۱۸
	اعمال کی فلم چلے گی	۱۹
	فکرِ آخرت کا مطلب	۲۱

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	دنیا کی حقیقت	۲۳
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت	۲۳
	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت	۲۷
	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع	۲۸
	اللہ کی محبت و عشق سے فرست	۲۸
	خلاصہ کلام آیات (۱-۳)	۲۹
	باب ۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	۳۰
	عقیدہ عبدیت	۳۰
	لفظ عبادت میں کیا کیا شامل ہے؟	۳۰
	حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ	۳۳
	مفہوم عبادت	۳۳
	غلامی کا امتحان	۳۵
	لاطاعت للمخلوق فی معصیته الخالق	۳۶
	اطاعت امیر	۳۶
	اطاعت زوجین	۳۷

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	والدین کی اطاعت	۳۸
	حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا واقعہ	۳۸
	وَبالوالدین احساناً	۴۰
	مومن کی شناخت	۴۱
	اقرارِ غلامی	۴۲
	اللہ تعالٰی کی بندگی کی تاثیر	۴۳
	میں اس اقرار میں کتنا سچا ہوں؟	۴۴
	مفہوم عبادت اور بعض لوگوں کی غلط فہمی	۴۵
	شریعت اللہ کی غلامی کا جامع نسخہ	۴۶
	حضرت عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا واقعہ	۴۶
	حضرت عمر فاروق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا صبح گلیوں میں گشت	۴۸
	عربوں کی شراب نوشی	۴۹
	ظلمتِ شراب	۵۰
	شراب کیسے حرام ہو گئی؟	۵۱
	صحابہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کی شراب سے نفرت	۵۳

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	صحابہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا راز	۵۴
	خلاصہ کلام	۵۵
	مرحلہ اقرارِ بندگی	۵۶
	عملی مرحلہ	۵۸
	یہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے کہ نہ اسکا سر ہو اور نہ دم؟	۵۹
	اسلام وہ ہے جسکی ابتدا بھی ہو انتہا بھی ہو	۵۹
	اسباب بد اخلاقی	۶۱
	ا۔ نفس	۶۱
	۲۔ شیطان	۶۳
	۳۔ بد ماحول	۶۴
	تربیت کیلئے سب بہترین ماحول	۶۴
	۴۔ بُرے دوست	۶۶
	حضرت زازان پر ماحول کا اثر	۶۷
	خلاصہ کلام	۶۹
	خراب ماحول کا شکوہ	۷۱

صفحہ	نام مضمون	نمبر
۷۲	شکوہ ماحول کا حل	
۷۴	مشکلات میں انسان کی طبیعت اور فطرت	
۷۵	انسان کی اصلاح کیلئے ضروری باتیں	
۷۵	ا۔ دعا	
۷۵	۲۔ بقدر قوت کوشش	
۷۷	دعا سے غافل مسلمان	
۷۷	دعا اور کوشش کی ظاہری برکات	
۸۲	خلاصہ کلام	
۸۷	خالق اور مخلوق سے مدد میں فرق	
۹۰	قرب الہی کا نزدیک طریقہ	
۹۱	چند مسنون دعائیں	
۹۱	سوتے وقت کی دعا	
۹۱	سوکر اُٹھنے کی دعا	
۹۲	دینی مجلس یا کتاب سے فائدہ کیسے حاصل کریں؟	
۹۳	مسجد میں داخل ہونے کی دعا	

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	مسجد سے نکلیں کی دعا	۹۳
	کھانا شروع کرنے کی دعا	۹۳
	کھانے کے بعد کی دعا	۹۳
	جامعہ ترین دعا	۹۴
	دعائوں کا مقصد	۹۴
	انسوئوں کا مقام	۹۶
	عملی طور پر ایک دعا	۹۷
	خلاصہ کلام	۹۹
	سجدہ عبادت، شرک کا شعبہ ہے	۱۰۰
	سجدہ تعظیمی	۱۰۰
	سجدہ تعظیمی اور مسلمان کی حالت زار	۱۰۱
	مشرکوں کا عقیدہ	۱۰۲
	مخلوق کی تعظیم یا احترام	۱۰۲
	استاد یا شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ لینا	۱۰۳
	قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کی عادت	۱۰۴

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	خاص اللہ سے مدد کی وضاحت	۱۰۵
	دو قسم کی مدد	۱۰۵
	ا۔اسباب کی مدد	۱۰۵
	۲۔اسباب میں تاثیر کی مدد	۱۰۶
	ایک بے روزگار کی مثال	۱۰۷
	ایک دکان دار کی مثال	۱۰۷
	حاصل کلام	۱۰۸
	اولیاء کے وسیلہ کا طریقہ	۱۱۰
	حضرت جہان جہاں گشت کے مزار کا واقعہ	۱۱۰
	احترام کا اجر	۱۱۵
	عبادت کا حق دار کون ؟	۱۱۵
	گھر کی تعمیر کی مثال	۱۱۷
	علاج اور شفاء	۱۱۷
	مثال نمبر ا	۱۱۸
	مثال نمبر ۲	۱۱۸

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	مثال نمبر ۳	۱۱۹
	درستگی معملات سے پہلے درستگی عبادات	۱۲۰
	ہر کام سے پہلے انشاء اللہ کہیں	۱۲۱
	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آگ	۱۲۲
	قرآن و شریعت ہمارے عقیدے کے محافظ	۱۲۳
	اللہ جلّ جلالہٗ کا انتخاب	۱۲۴
	باب نمبر ۵ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ	۱۲۶
	الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کس کو کہتے ہیں	۱۲۶
	مولانا رشید احمد گنگوہی اور ایک عورت کا واقعہ	۱۲۸
	حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ	۱۳۴
	مومنین کو بھی نجات	۱۳۷
	چالیس دن صراط المستقیم کی دعا	۱۳۷
	خلاصہ کلام	۱۳۹
	مریض و طبیب دونوں صراط المستقیم کے محتاج	۱۴۰
	روزگار، ملازمت میں صراط المستقیم کے محتاج	۱۴۰

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم کیوں؟	۱۴۱
	نماز مومن کی معراج ہے	۱۴۲
	انسان کا کمال عبدیت ہے	۱۴۳
	اللہ کا وعدہ	۱۴۵
	ممکن اللہ ہمیں جواب نہ دیتا ہو	۱۴۵
	باب نمبر ٦ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ	۱۴۷
	شیخ اکبر ابن عربی کی تلاوت فاتحہ	۱۴۷
	الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے حاصل کرنے کا طریقہ	۱۴۷
	اللہ نے کن پر انعام کیا ؟	۱۴۸
	کیا میں انعمت علیہم میں ہوں ؟	۱۴۹
	انبیاء علیہم السلام کون تھے ؟	۱۴۹
	صدیق کس کو کہتے ہیں ؟	۱۴۹
	شہدا کن کو کہتے ہیں؟:	۱۵۰
	صالحین کون ہیں؟:	۱۵۰

نمبر	نام مضمون	صفحہ
	قرآن پاک اور صالحین کی صحبت	۱۵۰
	قابل قدر جذبہ	۱۵۰
	پیغمبر علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کو بھیجنے کی ضرورت	۱۵۱
	صرف قرآن پاک کے ترجموں پر اکتفا نہ کریں	۱۵۲
	علمی قرآن اور عملی قرآن	۱۵۳
	صرف کتابوں سے ڈاکٹر بن جاتا ہے کیا ؟	۱۵۳
	باب نمبر۷ خلاصہ	۱۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّأٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴿۴﴾ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾

اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد و بارک وسلم علیہ۔

باب ۱ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

میرے قابل قدر مسلمان بھائیو پچھلے بیانات (بیان جمعہ) میں آپ کی خدمت میں سورہ فاتحہ کی تین آیات مبارکہ کی تفسیر کی تھی۔ آپ کی خدمت میں یہ عرض کی تھی کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے سورہ فاتحہ کی ابتدا میں ارشاد مبارک فرمایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ [فاتحہ–۱]" اس آیت میں اللہ جلّ جلالہٗ ہم مسلمان و مومنین کو ایک بنیادی اور ضروری عقیدہ کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور اس عقیدہ کا اِثبات (دلیل، تصدیق) ان آیت میں کر رہا ہے۔

وہ عقیدہ کیا ہے؟ وہ ہے عقیدہ توحید!۔ اللہ جلّ جلالہٗ رب العالمین ہے، تمام جہانوں کا، کہ جتنے جہان اس دنیا میں ہیں، یہ زمین ہے بعض سرسبز ہے بعض خشک ہے۔ بحر ہیں، بر ہیں، جتنا بھی دنیا کا نظام ہے اس کی پرورش اللہ جلّ جلالہٗ کرتا ہے۔ اور ان کا پرور گار اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔ اور ان (جہانوں) کا منتظم اللہ جلّ جلالہٗ ہے اور یہ تمام نظام اللہ جلّ جلالہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جب یہ بات ہمارے دل و دماغ میں مضبوط اور ٹھوس ہوگئی کہ تمام نظام، جتنا بھی دنیا کا نظام ہے، اس کی پرورش کون کرتا ہے؟ ! اللہ جلّ جلالہٗ کرتا ہے، کوئی بھی شریک، معاون اور مددگار اللہ کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ تمام

نظام اللہ جلّ جلالہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ حال میں بھی ماضی میں بھی اور مستقبل میں بھی۔

جب یہ عقیدہ ہمارے ذہن میں مضبوط ہو گیا تو خود بخود عقل، مکمل عقل جس کو عقلِ سلیم کہتے ہیں، کہتی ہے کہ اتنی بڑئی (اور مکمل) ذات کہ یکِ تنہا اتنا بڑا نظام چلا رہاہے اور یہ اس کی قدرت(کنٹرول) میں بھی ہے۔تو یقیناً عبادت کے لائق یہی ذات ہے۔معبود بنانے کے لائق یہی ذات ہے۔تو پھر اطاعت، فرمانبرداری اور حکم ماننے کیلئے بھی یہی ذات ہونی چاہیے۔

خلاصہ عقیدہ توحید:

ان آیات میں اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں عقیدہ توحید کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔اور یہ بات بھی ہمیں سمجھائی ہے، کہ انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی اور فلاح کی پہلی سیڑھی اور درجہ مضبوط عقیدہ توحید ہے۔

باب ۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عقیدہ رسالت:

دوسری آیت میں اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ [فاتحہ – ۲]'' اس آیت مبارکہ میں اللہ جلّ جلالہٗ نے سمجھایا کہ عقیدہ توحید کے بعد دوسرا درجہ اور دوسری سیڑھی عقیدہ رسالت ہے، کیسے؟۔ اس آیت کی تشریح میں پچھلے کچھ بیانات (بیان جمعہ) میں ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت وسیع ہے اور کوئی بھی اس دنیا میں اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہے۔ دوست ہو یا دشمن، اللہ کا حکم مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، اللہ سے حیاء کرتا ہو یا گستاخ ہو، جیسا بھی ہے اللہ کی رحمت اور نعمتوں سے فائدہ لیتا ہے، محروم نہیں ہے، اس لئے اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت وسیع ہے۔ اسی طرح اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت کامل ہے لیکن آخرَت میں ۔ اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت، جو "الــــرَّحْمٰنِ" میں (رحمت اس دنیا میں مسلم و مشرک سب پر ہے لیکن مکمل نہیں، سب کی کوئی نا کوئی حاجت باقی رہتی ہے) بھی ہے اور "الــــرَّحِیْمِ" میں (رحمت آخرت میں صرف صاحب ایمان پر کامل اور دائم و ابدی ہے۔ جس چیز کا تقاضا اور خواہش پیدا ہو گی فی الفور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجود ہو جائے گی) بھی، مخلوق میں تقسیم ہوئی ہے۔

جب ہمیں یہ سمجھ آگئی کہ اللہ کی رحمت وسیع بھی ہے اور مکمل بھی۔ تو اب خود بخود عقل، مکمل عقل جس کو عقلِ سلیم کہتے ہیں، میں یہ عقیدہ مضبوط ہوتا ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے جب انسان کو پیدا کیا ہے تو ویسے ہی تاریکی (جہالت) میں نہیں چھوڑا۔ بکریوں، گدھوں اور جانوروں کے ریوڑ کی طرح آزاد نہیں چھوڑا، جیسے ہم جانوروں کو چھوڑ دیتے ہیں کہ جہاں سے چارہ ملے تو چریں، اپنا کھیت ہو یا کسی اور کا۔ نہیں! بلکہ اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت کی شان یہ ہے، اور اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے، کہ انسان کو زندگی گزارنے کیلئے ایک قانون بھیجے، ایسا قانون کہ جو اللہ جلّ جلالہٗ کے علم اور رحمت کے مطابق انسان کیلئے بنایا گیا ہو۔ اور پھر اس قانون کی تعلیم کیلئے ایک استاد بہت ضروری ہے۔ اس نقطہ پر بات پچھلے بیانات میں تفصیل سے کرلی ہے۔

سلسلہ رسالت اور نبوت، انسانوں میں رحمت:

اللہ جلّ جلالہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے وقت میں بھیجا اور ہر پیغمبر اور رسول کو ایک کتاب یا صحیفے اور باقاعدہ ایک شریعت اور قانون دی۔ اور ان (انبیاء علیہم السلام) کو حکم دیا کہ اس شریعت اور قانون کی تشریح و وضاحت، انسانوں کیلئے کریں۔ تاکہ انسان اپنی زندگی اس شریعت اور قانون کے مطابق گزار سکیں۔ اس سے ہمیں خود بخود علم ہوگیا کہ یہ سلسلہ رسالت اور نبوت، انسانوں

میں رحمت کی وجہ سے شروع ہے۔ تمام پیغمبر علیہ السلام میں، رسول اللہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور ان کے بعد کسی قسم کا پیغمبر نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی آسکتا ہے (نہ ظِلی اور نا ہی بروزی)۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعوہ کرے تو وہ جھوٹا ہے، کذّاب ہے، کذّاب۔

ہماری طرزِ زندگی کیلئے قرآن عظیم الشان ! اللہ کی کتاب، رحمت ہے۔اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کی پوری زندگی، تمام زندگی جو ہمارے سامنے ہے، جتنی زندگی ہے چاہے وہ پیغمبر علیہ السلام کی باتیں ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا، بیٹھنا، نشست، برخاست۔ جو کچھ ہے یہ قرآن پاک کی تشریح ہے، یہ قرآن پاک کی شرح ہے ، یہ قرآن پاک کی وضاحت ہے۔ بلکہ یہ عملی قرآن پاک ہے۔

خلاصہ عقیدہ رسالت:

اللہ جلّ جلالہٗ " الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ [فاتحہ-۲] " میں ایک دوسرے بنیادی عقیدہ کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور وہ عقیدہ ہے! عقیدہ رسالت۔ اور اس کے اِثبات (دلیل، تصدیق) کیلئے باقاعدہ ان آیات میں تشریح ہو گئی ہے۔

باب ۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

عقیدہ آخرت:

تیسری آیت میں اللہ جلّ جلالہٗ فرماتا ہے۔" مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ "اللہ جلّ جلالہٗ روزِ جزا وسزا کا مالک ہے۔ [فاتحہ-۳] یہ ایک ایسا جَامع اور مکمل جملہ اللہ نے استعمال کیا ہے کہ اس کا معنی اس آیت سے خود نکل آیا ہے۔ اور ہماری توجہ اس طرف کر دی، کہ ہم پر دنیا و آخرت کی حقیقت (اللہ) ظاہر کردے۔

اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ فنا! اس دنیا سے ہم جائیں گے، یہاں ہمیشہ رہیں گے نہیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے عِلمی انداز میں بھی یہ بات واضح کی ہے اور عَملی انداز میں بھی۔ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز کی ابتداہ اور انتہا میں فرق ہے۔ نوجوان ہوتا ہے! کتنا حسین و جمیل، پھر بوڑھاپا آجاتا ہے، پھر اعلان ہوتا ہے کہ فُلانا فوت ہوگیا۔ اس دنیا کی حقیقت فنا ہے۔ اس دنیا کی حقیقت ہمارے آخرت کے سفر کیلئے ایک مرحلہ ہے۔ اور اس دنیا کی حقیقت یہ ہے! کہ یہ ہماری امتحان گاہ ہے اس دنیا میں اللہ جلّ جلالہٗ ہماری آزمائش کرتا ہے، ہمارا امتحان لیتاہے۔ اس دنیا کی حقیقت یہ ہے ! کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے انسانوں کیلئے جو قانون بھیجاہے، توپتا چلتاہے کہ ہمارا ہر عمل، ہر فعل، ہر قول محفوظ ہے۔

اعمال کی قلم چلے گی:

اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد مبارک ہے "مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ ۝ [قٓ–۱۸]"۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے (کراماً کاتبین) لگائے (مامُور کئے) ہوئے ہیں، ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ یہ فرشتے اللہ جلّ جلالہٗ نے اس لئے مامُور کئے ہیں کہ یہ ہمارے تمام کِردار، اور تمام افعال کی نگرانی کریں۔ وہ (فرشتے) حاضرِ باش کھڑے ہیں اور جو بات ہماری زبان سے نکلتی ہے، چاہے وہ بات خیر ہو یا بد، اسکو لکھتے ہیں۔ چاہے وہ کام خیر کا ہو یا شر کا اسکو لکھتے ہیں اور محفوظ کرتے ہیں۔ دائیں طرف والا فرشتہ اعمال صالحہ (نیک اعمال) لکھتا ہے (اللہ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عَطا فرمائے! آمین)، اور جو بائیں طرف ہے وہ بد اعمال لکھتا ہے (اللہ بد اعمال سے تمام مسلمانوں کو پناہ نصیب فرمائے! آمین)۔ تو ہمیں علم ہو گیا کہ قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ ہم سے ذرّہ ذرّہ کا حساب کرے گا، ہماری باتوں کا حساب کرے گا، ہمارے اعمال کا حساب کرے گا، ہر چیز کا حساب کرے گا۔ ادھر دم اور قدم دونوں کا حساب ہو گا۔

اب ہم نے اعمال تو کر لیئے تو ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ ہم نے جو عمل کر لیئے بس یہ ختم، میں بیان کر رہا ہوں اور آپ سن رہے ہیں تو بس یہ ختم ہو گیا ہو گا! (نہیں)۔ اللہ جلّ جلالہٗ فرماتا ہے "وَوَجَدُوۡا

مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ [الکھف-۴۹] " تمام انسان جتنے بھی ہیں، ان سب کے دنیا میں جتنے افعال ہیں، اقوال ہیں، کردار ہیں، دل کی نیتیں ہیں، دل کی باتیں ہیں، آنکھوں کے اعمال ہیں، کان کے اعمال ہیں، زبان کے اعمال ہیں، ہاتھ کے اعمال ہیں، پورے بدن کے اعمال ہیں۔ جیسے بھی اعمال ہیں، یہ تمام ہمارے پیچھے قیامت تک موجود رہیں گے۔ باقاعدہ اس کی فلم چلے گی۔

اگر کوئی عمل مجمع (مجلس) میں کیا ہو گا تو مجمع کے ساتھ دیکھایا جائے گا۔ ہمارا یہاں بیٹھنا انشاءاللہ قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں دیکھائے گا۔ یہ نیک عمل ہے، وعظ و نصیحت ہے تو یہ نیک عمل ہے اور یہ قیامت کے دن دیکھایا جائے گا۔ اور اگر کوئی عمل تنہائی میں کیا ہو تو وہ بھی اللہ جلّ جلالہٗ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش بھی کر رہے ہو، تب بھی اللہ جلّ جلالہٗ سے پوشیدہ نہیں کر سکتے۔

اللہ جلّ جلالہٗ نے اپنی قدرت کے مطابق آپ کے ساتھ فرشتے لگائے ہوئے ہیں۔ آپ کے پیچھے نگران مقرر کیئے ہوئے ہیں۔ آپ کے اچھے، بُرے عمل دیکھتے رہتے ہیں۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ کی شان بھی تو دیکھو کہ پکڑ بھی فی الحال نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کہ شاید توبہ تائِب ہو جائے، شاید مسلمان ہو جائے، پکڑ نہیں کرتا! صرف آپ کے پیچھے لکھواتا رہتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اللہ جلّ جلالہٗ کا قہر و غضب اتنا زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ پھر اللہ جلّ جلالہٗ اپنی

رحمت کاٹ دیتا ہے، اور پھر غضب متوجہ ہو جاتا ہے۔ (اللہ ہم سب کو اپنے قہّر وغضب سے محفوظ کرے! آمین)۔

قیامت کا دن جب آئے گا تو پھر اللہ جلّ جلالہٗ اس دن کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرے گا۔ "وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝[الکھف-۴۹] " آپ نے جتنے اعمالِ صالحہ (نیک اعمال) کئے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ اس کے مطابق اجر (ثواب) دیگا بلکہ اس سے زیادہ دے گا، ایک نیکی اللہ جلّ جلالہٗ دس نیکیوں میں تبدیل کرے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ سات سو(700) میں تبدیل ہو گی۔ اور جو بد عمل کئے ہیں تو اُن بد اعمال کے موافق (برابر) اللہ سزا دیگا۔

فکرِ آخرت کا مطلب:

فکرِ آخرت کا یہ مطلب ہے، کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں ہم نے کھڑا ہونا ہے، اور ہمارے ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ محاسبہ کرے گا۔ ایک بندہ اگر دنیا کی عدالت میں پیش ہو تو ڈر لگا رہتا ہے کہ پتہ نہیں کیا فیصلہ ہو گا۔ اور جب اللہ جلّ جلالہٗ کی عدالت میں پیش ہو گا تو پھر کیا حال ہو گا، بیشک وہ منظر اللہ جلّ جلالہٗ کی مہربانی اور رحمت کے بغیر بہت مشکل ہو گا۔ فکرِ آخرت کا معنی یہ ہے، کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں ہم نے خواہ مخواہ اور ضرور کھڑا ہونا ہے، اور جب کھڑے ہونگے تو پھر اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے تمام کارناموں، تمام کردار

اور جو کچھ ہم نے دنیا میں کیا ہے اس کا مکمل حساب اللہ جلّ جلالہٗ ہم سے کرے گا۔

اسی طرح ہمارا یہ عقیدہ قائم ہو جائے، کہ اگر میں نیک اعمال کروں تو اللہ جلّ جلالہٗ مجھ سے راضی ہو جائے گا۔ اللہ جلّ جلالہٗ کی خوشنودی مجھے حاصل ہو جائے گی۔ اور جب اللہ جلّ جلالہٗ کسی بندے سے راضی اور خوشحال ہو جاتا ہے تو اللہ جلّ جلالہٗ ایسے بندے کو جزا میں جنت دے دیتا ہے۔ اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے۔

اگر کہیں اللہ جلّ جلالہٗ خفا ہو گیا، ناراض ہو گیا، ہم حساب میں فیل ہو گئے اور ہمارا پرچہ کمزور نکلا۔ تب اگر اللہ جلّ جلالہٗ نے ہماری مغفرت کر دی یا حضور ﷺ نے شفاعت کر دی یا انبیاء، عُلما، شُہداء، حُفّاظ، بعض روایات میں ہے کہ جو مسجد میں اذان کرتا ہو (مؤذن) بھی قیامت کے دن شفاعت کرے گا، اذان بھی ایک بڑی (مقبول) عبادت ہے، بعض لوگ اذان دینے سے بھی شرماتے ہیں۔ خیر ان لوگوں نے اگر شفاعت نہ کی اور اللہ جلّ جلالہٗ نے بھی مغفرت نہ کی، تو پھر خدانخواستہ، خدانخواستہ ہم جہنم میں جائیں گے۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہم سب کو جہنم سے محفوظ کرے ! آمین، یہ (فکرِ آخرت) ہمارا عقیدہ قائم ہو جائے۔

اسی طرح ہمارا یہ بھی عقیدہ قائم ہو جائے کہ قیامت کے دن ہمیں اعمال نامہ دیا جائے گا، تمام اعمال کا رجسٹر، جو فرشتوں نے تیار کیا ہو گا ہر

چیز اس میں محفوظ ہے۔ یہ ہمیں دیا جائے گا، نیک اعمال والا دائیں ہاتھ میں اور بد اعمال والا بائیں ہاتھ میں، اگر زندگی رہی تو پھر کبھی مزید تفصیل میں اس نقطہ پر بات کریں گے انشاء اللہ۔

دنیا کی حقیقت:

فکرِ آخرت! " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ [فاتحہ-۳] "میں اللہ جلّ جلالہٗ نے ہم پر دنیا کی حقیقت واضح کر دی ، کہ یہ دنیا فانی ہے۔اور دائمی زندگی آخرت کی ہے ابد الابد زندگی ایک بار اللہ جلّ جلالہٗ نے پاس کر دیا تو پھر فیل نہیں کرے گا۔اور اگر ایک بار فیل ہو گئے تو ! کافر فیل ہیں ہمیشہ کیلئے اور مسلمان پھر بھی پاس ہیں ایمان کی وجہ سے، جہنم میں جا کر پھر اللہ جلّ جلالہٗ نکال لے گا۔ایمان اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی قیمت جنت سے بھی زیادہ ہے۔کیونکہ اگر اللہ جلّ جلالہٗ نے کسی کو جہنم میں بھی ڈال دیا تب بھی جنت میں لے جائے گا، لیکن وہ صاحب ایمان ہو ، مسلمان ہو، مومن ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دلوں میں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش یہ کی تھی، کہ عقیدہ آخرت اُن میں مضبوط ہو جائے۔ جب عقیدہ آخرت آجائے تو انسان کی طبیعت میں عدل و انصاف کی صفت آجاتی ہے۔ پھر اللہ جلّ جلالہٗ اسے بہت عادل و منصف انسان بنا دیتا ہے، اسے ظلم سے محفوظ کر لیتا ہے۔ جس

میں عقیدہ آخرت آجائے اور مضبوط آجائے، تب انسان میں نیکی اور تقویٰ آجاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جو شریعت کی روح اور خوبصورت ستارے تھے، ان میں نمایاں صفت یہ تھی، کہ ان کے ذہنوں اور دلوں میں عقیدہ آخرت مضبوط تھا۔

اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا انصاف معیاری ہے معیاری!۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی نیکی اور تقویٰ ہمارے لئے معیار ہے، معیار !۔وجہ کیا تھی؟ ان کے دلوں میں فکرِ آخرت، عقیدہ آخرَت، اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑا ہونا، مضبوط تھا۔

ایک عورت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آگئ، رسول مبارک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس (عورت) نے کہا "طھرنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اۓ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دو) " طھرنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بدکاری ہوگئ ہے، مجھ سے گناہ ہوگیاہے۔ مجھے پاک کر دیں (اس گناہ سے)، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (عورت) سے منہ دوسری طرف پھیر لیا، یہ عورت دوسری طرف آگئ اور پھر کہا! طھرنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھر پلٹ لیا ، یہ عورت تیسری بار پھر آگئ اور پھر کہا ! طھرنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب چار بار یہ اقرار کرلیا کہ میں نے گناہ (بدکاری) کیا ہے، اور مجھے ایسے طریقے سے پاک کر دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا قانون

شریعت نے مقرر کیا ہے، اور جو قانون اللہ جلّ جلالہٗ نے انسانوں کی (گناہوں سے) طہارت کیلئے مقرر کیا ہے۔

پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " آپ نے گناہ کا اقرار کر لیا ہے اور ہم نے سن لیا" اب اس کی سزا کیا ہے؟ اس (زنا) کی سزا ایک سو (100) کوڑے ہیں اگر شادی شدہ نہ ہو، اور شادی شدہ کیلئے رجم (سنگسار کرنا) ہے، یہ شریعت کا قانون ہے۔ " آپ کہ بطن میں بچہ ہے (اس واقعہ پر ذرا غور کریں)، گناہ آپ نے کیا ہے بچے نے تو نہیں کیا آپ چلی جائیں، جب آپ کا یہ بچہ پیدا ہو جائے اور آپ اس کو دو (2) سال دودھ پلائیں جب یہ دودھ پی لے (دو سال) تو یہ تھوڑا بڑا بھی ہو جائے گا اور اتنا قابل ہو جائے کہ خود خوراک کر سکے، آپ کے دودھ کی ضرورت اس کو نہ رہے اور یہ (بچہ) چل پھر سکے۔ اس کے بعد خود آنا، عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ بچہ پیدا ہو گیا دو (2) سال گزر گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی استقامت پر بندہ حیران ہو جاتا ہے، دو سال گزر گئے۔ دو سال کے بعد! اللہ اکبر، وہ عورت ہاتھ میں بچہ پکڑے آگئی اور پیغمبر ﷺ کے حضور میں حاضر ہو گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ میری طہارت اور میری پاکی کا وقت پورا ہو گیا مجھے آپ ﷺ پاک کر دیں، نہ ایف ای ار (FIR) کاٹی، نہ ضمانت لی، نہ کسی کو پیچھے بھیجا، کچھ نہیں کیا۔ وہ بی بی دو سال بعد (خود) آئی، جب انسان سے جرم ہو جائے تو شروع شروع میں جوش و خروش میں ہوتا

ہے۔ لیکن یہاں دوسال گزر گئے بلکہ دوسال سے بھی زیادہ زندگی گزر گئی اور فکرِ آخرت اُسی طرح، اور گناہ پر ندامت اُسی طرح، وہ عورت آئی اور پیغمبر ﷺ سے کہا کہ میرا بچہ بھی پیدا ہوگیا ہے، اور جو مدد (وقت) دودھ کی ہے میں نے اسے پلایا ہے اور اب یہ روٹی خود کھا رہا ہے، سبحان اللہ، بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی بھی اپنی کشش ہوتی ہے لیکن فکرِ آخرت تھی۔

پیغمبر ﷺ نے بچے کا انتظام کرایا اور اس عورت پر حدِ رجم فیصلہ کر دیا، پتھروں پر سنگسار کر دیا اور وہ مَر گئی۔ جب صحابیہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہو گیا تو پیغمبر ﷺ آئے، ہمارا جو نقصان ہے تو یہ اس لئے ہے کہ ہمارا شریعت پر پورا عمل نہیں ہے۔ اُس جنازے پر (جب تیار ہو گیا تب) پیغمبر ﷺ آئے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول مبارک ﷺ کیلئے آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی عورت کا جنازہ کریں گے جس نے بدکاری کی ہے، زنا کیا ہے۔ نبی مبارک ﷺ نے کیا جواب دیا !، کہ اس اللہ کی بندی نے ایسی توبہ کی ہے، اللہ کے حضور میں ایسی ندامت اور ایسی شرمندگی ظاہر کی ہے، اس کہ توبہ کا ایسا انداز ہے، اس اللہ کی بندی کا توبہ اللہ کو اتنا پسند ہے کہ اگر اس کے توبہ کا دسواں (1/10) حصہ کا ثواب پورے مدینے کے لوگوں میں تقسیم کر دیں تو اس سے بھی اللہ تمام مدینے کے لوگوں کی مغفرت کر دیں گیں۔ اتنی اللہ کو محبوب اور پاک بی بی کا جنازہ میں نہ کروں، یہ تو بہت عجیب بات ہے۔

وجہ کیا تھی؟ ۔ وجہ یہ تھی کہ ان میں فقرِ آخرت تھی۔ ہم جتنے جرم کرتے ہیں، اور خطائیں کرتے ہیں، اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی مخالفت ہم قدم قدم پر کرتے رہتے ہیں، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم میں فقر آخرت کمزور ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔ یہ بات تو ہم کرتے ہیں لیکن یہ ہمارے دل میں نہیں اتری، اللہ اس بات کو ہمارے دلوں میں پیوست کر دے! آمین۔ پھر ہم کہیں بھی جرم نہیں کریں گے، پھر ہم کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ کسی کے مال، کسی کی عزت کو ہم پھر نقصان نہیں دیں گے۔ اللہ جلّ جلالہٗ فکرِ آخرت ہم میں مضبوط کر دے! آمین۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت:

مولانہ زکریا صاحب کی ایک کتاب آج مطالعہ کی اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا کہ وہ جب مرض الموت میں گرفتار تھے، تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بُلوایا اور کہا کہ عائشہ یہاں آو میں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں۔ وصیت کیا ہے؟ ۔ وصیت یہ ہے کہ شاید میں آخرت کو روانہ ہو جاؤں، اس بیماری سے شاید ٹھیک نہ ہو سکوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ جو اونٹ ہمیں دودھ دیتا ہے، اور جو میرا پیالہ ہے سالن کیلئے، ایک اور چیز ہے وہ فی الحال یاد نہیں ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ سامان لے جانا اور میرے بعد خلیفہ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کو دے دینا۔ کیونکہ یہ اونٹ یہ پیالہ اور یہ دوسرے

چیز، مجھے بیت المال سے اس لئے ملا تھا کہ میں مسلمانوں کا امیر تھا، فلھذا جب میں فوت ہو جاؤں اور میری امارت (حکومت) ختم ہو جائے۔ تو یہ چیزیں دوسرے امیر کے لئے ہیں۔ تو یہ آپ دوسرے امیر (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کو دینا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ سامان لے آئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دے دیا کہ میرے والد کے بعد یہ آپ کا حق بنتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟۔ یااللہ، آئے رب العالمین جلّ جلالہٗ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کرنا، یہ بات ہمارے جیسے لوگوں کیلئے بہت مشکل ہو گئی ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع تھی ان کی شان تھی۔ ہمارے لئے یہ بات مشکل ہو گئی ہے ہم یہ بات کہاں کر سکتے ہیں وجہ کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں فکرِ آخرت مضبوط تھی۔ کہ قیامت کے دن ایک اونٹ کے بدلے اور ایک سالن کے برتن (جس پر مسلمانوں کا حق ہے) کے حساب میں اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑا ہوں گا اور میرے ساتھ حساب ہو گا۔

اللہ کی محبت و عشق سے فرست:

فکرِ آخرت! ایک عجیب بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی

ہے، کہ جس کو اللہ جلّ جلالہٗ کی محبت نصیب ہو جائے اور جو اللہ جلّ جلالہٗ کی محبت میں مزین اور خوبصورت ہو جائے پھر اسے دنیا کی طلب و تلاش نہیں ہوتی، وہ پھر دنیا نہیں طلب کرتا پھر اسے اللہ کی محبت و عشق سے فرست نہیں ملتی۔ اور دوسری بات کہی کہ اللہ کے سامنے دعا میں خوب روئیں اور اگر رونا نہیں آتا تو رونے کی شکل بنالیں، یہ بھی انسان کے ظاہر و باطن پر اثر کرتی ہے۔(اللہ جلّ جلالہٗ عمل کی توفیق عطاء فرمائے! آمین)۔

خلاصہ کلام آیات(۱-۳): "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ" میں اثبات(تصدیق) ہے عقیدہ توحید۔"الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ" میں اثبات ہے عقیدہ رسالت۔ اور "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ" میں اثبات ہے عقیدہ آخرت۔

باب ۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

عقیدہ عبدیت:

جب یہ آیات پڑھی گئیں اور ان کی تشریح ہو گئی تو انسان کے دل میں یہ بات آگئی کہ اللہ جلّ جلالہٗ واحد و لاشریک ہے، پیغمبر ﷺ اللہ جلّ جلالہٗ کا پیارا اور محبوب پیغمبر ہے، اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ یہ دنیا دارالعمل ہے، اور آخرت جزا کا گھر ہے۔ تو خود بخود انسان فطری طور سے اور عقلی طور سے یہ اقرار کرتا ہے کہ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" خاص آپ (اللہ) کیلئے عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ عبادت کا شوق اور بندگی کا شوق، ہماری فطرت نے مان لیا اور ہماری عقل نے مان لیا ہے۔ فلھذا "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" خاص آپ (اللہ) کیلئے عبادت کرتے ہیں۔

لفظ عبادت میں کیا کیا شامل ہے؟ :

اب عبادت میں بہت سی باتیں آگئیں ہیں۔ بندہ کہتا ہے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" ،تو عبادت کا مطلب یہ ہے کہ، جو کچھ اللہ نے حلال کیا ہے (مخلوق پر) وہ میں بھی حلال کروں گا (خود پر) اور (انشاءاللہ) اپنے عمل میں لاؤں گا۔ اور جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے (مخلوق پر) وہ میں بھی (انشاءاللہ) حرام کروں گا (خود پر)، (انشاءاللہ) اپنا آپ ان (حرام چیزوں) سے بچاؤں گا۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے ہم پر عبادات فرض کی ہیں، "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں ہم وعدہ کرتے ہیں،

اے اللہ جب نماز کا وقت ہو گا، اور (دن میں) پانچ (5) وقت نماز مجھ پر فرض ہے۔ تو "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" کے مدِ نظر میرا امتحان نماز کی صورت میں ہو گا، تو پھر (انشاءاللہ) میں نماز کے لیئے جاؤں گا۔ اور اگر رمضان کا روزہ آجائے، تو رمضان کے روزہ میں اے اللہ، میں محبت و اخلاص کے ساتھ اور شوق کے ساتھ یہ رمضان کی عظیم الشان عبادت،(انشاءاللہ) روزے کا فریضہ بھی ادا کروں گا۔ کیونکہ میں نے کہاہے (اور تسلیم کیا ہے)، "اِیَّاكَ نَعْبُدُ"۔

اسی طرح اگر اللہ جلّ جلالہٗ نے مجھے مال دے دیا اور جب میں مال دار ہو گیا، مجھے حلال رزق دے دیا، تو اب! حلال رزق کے ساتھ فریضہ زکوٰۃ جڑا ہوا ہے۔ فلھذا (انشاءاللہ) میں یہ زکوٰۃ بھی ادا کروں گا۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے (خاص) ادا کروں گا۔ کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے مجھ پر احسان کیا ہے، مجھے مال دار کر دیا، غنی کر دیا ہے، فلھذا میں یہ فریضہ زکوٰۃ ادا کروں گا۔

جب حج کا موسم آجائے اور حج مجھ پر فرض ہو، تو (انشاءاللہ) میں یہ حج بہت اخلاص و محبت کے ساتھ اور یہ عشق والی عبادت بہت شوق سے ادا کروں گا۔ (انشاءاللہ) گناہوں سے خود کو بچاؤں (روکوں) گا، جس قسم کا گناہ ہو، جس پر اللہ اور اللہ کا پیغمبر ﷺ خفا ہوتا ہو وہ گناہ (انشاءاللہ) میں نہیں کروں گا۔ (انشاءاللہ) جھوٹ نہیں بولوں گا، (انشاءاللہ) غیبت نہیں

کروں گا، (انشاء اللہ) بہتان اور تہمت کسی پر نہیں لگاؤں گا۔ (انشاء اللہ) چغلی نہیں کروں گا، (انشاء اللہ) حسد نہیں کروں گا، گناہوں سے خود کو بچاؤں (روکوں) گا۔ (انشاء اللہ) سود نہیں لوں گا، (انشاء اللہ) رشوت نہیں لوں گا، (انشاء اللہ) جتنے بھی گناہ ہیں ان سے اپنی حفاظت کروں گا۔

اب اس دور میں اگر ایک مسلمان اور ایک مومن کو یہ فکر پیدا ہو جائے کہ مجھ پر اتنی بڑی بڑی ذمہ داریاں اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف سے عائد ہو گئیں ہیں، اور یہ ذمہ داریاں میرے ذمے آگئی ہیں، اور میں نے اقرار بھی کرلیں ہیں اور مان بھی لیں۔ اب تو عمل کا میدان ہے، میدانِ کارزار ہے، زندگی گزارنی ہے (شریعت کے مطابق)، یہ تو بہت مشکل اور سخت بات (کام) ہے۔

لیکن اللہ جلّ جلالہٗ ہم پر (بہت) مہربان ہے، اللہ، رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ مہربان ہے، اور یہ مہربان اللہ، قرآن پاک میں اس آیت (اِيَّاكَ نَعۡبُدُ) کے بعد فرماتا ہے، "اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُؕ [فاتحہ ۴] "۔ مجھ سے مدد مانگو (دعا کرو)۔ جس قسم کی مشکل ہو، آپ کو عبادات میں مشکل ہو میرے لئے دوڑو، مجھ سے مدد مانگو، آپ (انسان) نے میری عبدیت کا اقرار کرلیا ہے " اِيَّاكَ نَعۡبُدُ" کہہ دیا ہے۔ اللہ تو بڑی غیرتی ذات ہے۔ میں (اللہ) آپ کی قدم قدم پر، جب بھی آپ کو مشکل پیش آجائے، کوئی تکلیف

ہو جائے، میری عبدیت کے راستے میں ، آپ میری عَبدیّت کے مسافر ہو، فلھذا میں آپ کی (ضرور) دستگیری کروں گا۔ آپ کا ہاتھ پکڑوں گا، "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ [فاتحہ ۴] " مجھ (اللہ) سے مدد مانگو۔ ہمیشہ میری توفیق آپ کی شاملِ حال ہو گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ:

زلیخہ نے جب آپ (علیہ السلام) کا راستہ پکڑ لیا (آپ علیہ السلام کے راستے میں کھڑی ہوگئ)، آپ (علیہ السلام) نے **"فافرو الہ اللہ"**(اللہ کی طرف دوڑو) پر عمل کرتے ہوئے کہا ! **"معاذ اللہ"** (میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں)، وہ میرا رب ہے، اس کے سوا تو کوئی(رب) نہیں ہے۔ "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ [فاتحہ ۴] "مجھ (اللہ) سے مدد مانگو۔ جس قسم کی مشکل آپ کو ہو، گناہ کو چھوڑنے کے صورت میں ہو یا عبادت کرنے کی صورت میں ہو، مجھ (اللہ) سے مدد مانگو، میں (اللہ) مُستعان (مدد مانگنے کے لائق) ہوں، میں مُستعین (مدد کرنے والا) ہوں۔ " وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ "۔

مفہوم عبادت:

اب یہ ضروری ہے کہ ہم عبادت کا معنی پہچان لیں کہ عبادت کہتے

کس کو ہیں۔ ہم جو یہ اقرار کرتے رہتے ہیں، ہر نماز میں (اللہ کے سامنے) کھڑے ہوتے ہوئے، خیر! ہماری تو نمازوں کا ویسے ہی ایسا (عجیب) حال ہے۔

روی در محراب دل در گاؤ خر

[خود محراب (نماز) میں اور دل باہر دنیا میں]

این چنین تسبیح کئی دارد اثر

[کیا ایسی نماز کچھ اثر کرئے گی ؟]

حضرت تھانوی ؒ اس شعر میں ترمیم کر کے فرماتے ہیں، این چنین تسبیح نیز دارد اثر (ہاں! ایسی نماز بھی اثر کرئے گی)۔ اس کے معنی میں اثر تو ہوتا ہے لیکن دل تو دل ہے۔ اصل محنت کا محور (center) دل ہے، انسان کا (اپنے) دل کو آباد کرنا ایک اہم اسلامی فریضہ ہے۔

ہم جو کہتے ہیں، "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ [فاتحہ ۴] "۔تو ہم اقرارِ عبدیت کرتے ہیں، تو اب یہ عبدیت کس کو کہتے ہیں؟، عبادت کس کو کہتے ہیں؟۔ عبادت کے معنی کیا ہیں؟۔

عبادت کا پشتو معنی بندگی ہے۔ عبادت کا معنی غلامی ہے۔ ہم جو کہتے ہیں "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" ہم کہتے ہیں! اے اللہ، ہم خاص آپ کے بندے ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ کے غلام ہیں، اور آپ کی غلامی کے مقابلے میں ہم غیر کی غلامی کا مقابلہ (انکار) کرتے ہیں، "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" ہم آپ کے غلام ہیں، ہم

آپ کے بندے ہیں۔ مخلوق کے غلام ہم نہیں ہیں، خالق کے غلام ہیں۔ کیوں ؟ دیکھیں !۔ انسان غلام اس کا بنتا ہے جس میں کوئی کمالات ہوں، اُس میں بڑی بڑی صفات ہوں۔

غلامی کا امتحان :

اللہ جلّ جلالہٗ میں بڑی سے بڑی صفت یہ ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ خالق ہے، اللہ جلّ جلالہٗ میں بڑی سے بڑی صفت یہ ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ مالک ہے، تو خالق بھی ہمارا اللہ ہے، مالک بھی ہمارا اللہ ہے، پروردگار، رب العالمین اللہ ہے، معبود اللہ ہے۔ اوہو! جب اللہ خالق بھی ہے، اللہ مالک بھی ہے، اللہ رازق بھی ہے، اللہ معبود بھی ہے، اللہ رب العالمین بھی ہے، تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان صحیح اور حقیقی معنوں میں اللہ کا غلام بن جائے۔ اور اپنی غلامی کا امتحان دے۔

غلامی کا امتحان یہ ہے کہ اللہ کے احکام مان لے۔ پیغمبر ﷺ کی تعلیمات عمل میں لے آئے، اور گناہوں سے خود کو روک لے(محفوظ کرلے)۔ اللہ اور اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی مخالفت سے، نافرمانی سے خود کو روک لے(محفوظ کرلے)۔ کیونکہ اتنا بڑا (عالی شان والا) اللہ اِس قابل ہے کہ اُس کی اطاعت ہوجائے۔واجب الاطاعت ، لازم الاطاعت، فرمابرداری کے ساتھ اللہ کی شان مُناسب(موزوں، ٹھیک) ہے۔ خالق کی شان مُناسب

ہے، مالک کی شان مُناسب ہے، معبود کی شان مناسب ہے، یہ اُس رازق کی شان مناسب ہے۔ بندہ کیا کر سکتا ہے۔ "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" اے اللہ ہم خاص آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں، آپ کی بندگی کرتے ہیں، باقی تمام غلامیاں، فرمانبرداریاں چھوڑ دی ہیں۔

لاطاعت للمخلوق فی معصیته الخالق:

اللہ جلّ جلالہ کا پیارا پیغمبر، رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد مبارک فرمایا ! "لاطاعت للمخلوق فی معصیته الخالق" انسان مخلوق کی اطاعت کرے، اور فرمانبرداری کرے تو یہ حقیقت میں اللہ کی نافرمانی ہے۔"اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" خاص ہم آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں، آپ کی غلامی کرتے ہیں، آپ کا حکم مانتے ہیں، اگر آپ کے حکم کے مخالف(قوت) جتنی بھی طاقتور، مضبوط ہو ہم آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گے۔اگر کوئی بہت بڑا سربراہ ہو مملکت(ملک) کا ، بادشاہ ہو، صاحب اقتدار ہو، ہمارا کوئی عزیز ہو، رشتہ دار ہو، والد ہو، والدہ ہو، اولاد ہو۔ ہم آپ کی مانیں گے۔ ہم اُن کی اطاعت آپ کی مخالفت میں کبھی بھی کہیں بھی نہیں کریں گے۔ "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" کا مطلب یہی ہے۔

اطاعت امیر:

پیغمبر ﷺ ہم کو ارشاد فرمارہے ہیں!" کہ آپ پر اگر کوئی امیر مقرر ہو

جائے، تو آپ اُس (امیر) کی اطاعت کریں اس کی بات مانیں۔ اطاعت امیر اسلام میں ایک بہت بڑا فلسفہ ہے (خیر یہ تو دوسرا موضوع ہے)۔ امیر کی اطاعت، اُس کی بات ماننا، لیکن یہ نہیں ہے کہ امیر جیسا بھی آپ کو حکم کرے وہ آپ مانو۔ جب آپ کو امیر، اللہ جلّ جلالہٗ اور پیغمبر ﷺ اور شریعت کے احکاموں کے مطابق حکم کرے تو ایسے حکم میں اس امیر کی اطاعت کرو گے۔ اور اگر اس کے خلاف حکم کرے تو پھر آپ کہنا میں نے اللہ کے ساتھ معاہدہ (agreement) کیا ہے، میں نے اللہ کے ساتھ پہچان بنائی ہے۔ میں نے اللہ کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا ہے۔ "اِيَّاكَ نَعۡبُدُ" اس لیے آپ (مخلوق) کی بات (حکم، مشورہ) ہم نہیں مانتے۔

اطاعت زوجین:

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں! اگر ایک مسلمان عورت ہو، تو وہ اپنے شوہر (خاوند) کی بات مانے گی اس کی اطاعت کرے گی۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا (علاوہ) اگر کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا، تو میں (پیغمبر ﷺ) نے عورتوں کو حکم کیا ہوتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں، لیکن اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا (علاوہ) کسی اور (ذات) کو سجدہ جائز نہیں ہے (اگر کوئی شخص مخلوق کو سجدہ عِبادت کرئے تو یہ شرک ہے اور اس سے بندہ کافر ہو جاتا ہے البتہ سجدہ تعظیمی سے کافر نہیں ہوتا لیکن یہ کبیرہ گناہ ہے اور حرام

ہے)، اس لیے حکم نہیں کرتا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مسلمان عورت کو اُس کا خاوند خلافِ شریعت حکم کرے اور یہ مسلمان بی بی خواہ مخواہ وہ حکم پورا کرے؟ ایسے نہیں ہے!۔ صرف جائز باتوں(حکموں) میں اطاعت کرے گی اور ناجائز باتوں میں مخالفت کرے گی ۔ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ" خاص آپ (اللہ) کیلئے عبادت کرتے ہیں۔

والدین کی اطاعت:

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ اپنے والدین کا احترام کریں، ان کی اطاعت کریں، ان کی باتیں مانیں، لیکن یہ نہیں کہ آپ کو والدین جس چیز کا بھی حکم کریں، چاہے وہ حکم شریعت کے خلاف ہوں یا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکموں کے خلاف ہوں تو تب بھی آپ مانو۔ نہیں ایسے وقت میں اللہ کا حکم یہ ہے کے خلاف شریعت حکم (والدین) کی مخالفت کرو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

ایک صحابی غالباً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب ایمان قبول کرلیا، مسلمان ہوگئے، اور یہ اپنی والدہ (ماں) کا بہت احترام کرتے تھے، بہت زیادہ ادب کرتے تھے ، ایک قسم کا نمونہ تھے (والدین کے ادب میں)۔ لیکن جب اسلام لے آئے تو والدہ اس پر خفہ ہوگئی کہ کے میرا بیٹا مسلمان ہو گیا ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ اور نبی پاک ﷺ کی غلامی کا طوق (حلقہ، ہار) گلے میں پہن لیا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا عاشق بن گیا ہے۔ جنت کا طالب بن

گیا ہے۔ جہنم سے بیزار ہو گیا ہے، اللہ کی پارٹی میں داخل ہو گیا ہے۔ شیطان کی پارٹی سے نکل گیا ہے۔ تو ماں اس کو کیا کہتی ہے! یہ (صحابی) بہت ادب و احترام کرتا تھا اور خدمت کرتا تھا تو اس نے ماں کیلئے کھانا لایا، ساتھ پانی بھی لایا۔

لیکن ماں نے اس کو کہا! سعد (رضی اللہ عنہ) میں پانی نہیں پیؤں گی، میں خوراک نہیں کروں گی ، اس وقت تک کہ جب آپ محمد ﷺ پر پھر سے کافر نہ ہو جاؤ (نعوذ با اللہ من ذالك)۔ جب تک آپ پیغمبر (ﷺ) کی شریعت، اور پیغمبر (ﷺ) اور اللہ جلّ جلالہ کی غلامی کا اعزاز ذلت میں نہیں بدل دو گے اس وقت تک میں پانی نہیں پیوں گی۔

وجہ کیا ہے! میں پانی نہیں پیؤں گی خوراک نہیں کروں گی تو اس سے میں مر جاؤں گی، پھر تمہارا قبیلہ ، تمہارے رشتہ دار، تمہارے دوست، کہے گیں کہ سعد (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے اور سعد (رضی اللہ عنہ) کے اسلام کی وجہ سے ماں مر گئی، ماں۔ تو پھر لوگ تمہیں طعنہ دیں گے۔ اب آپ دیکھیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ طعنہ کو اہمیت دیتے ہیں یا اللہ کے حکم کو۔ اس نے کہا ماں پی لو (پانی)، منت کر رہا ہے ماں کیلئے، سماجت کر رہا ہے کہ ماں پانی پی لو، ماں کہتی ہے نہیں، پانی نہیں پیتی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ماں کو کہا کہ اللہ جلّ جلالہ کا عشق اور پیغمبر ﷺ کے ساتھ عشق اور محبت میرے دل میں اُترا ہوا ہے اور اس

(عشق) نے میرے دل میں جگہ پکڑی ہوئی ہے۔ ان کی محبت کے مقابل میں، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مقابل میں اگر آپ (ماں) سو(100) مرتبہ مر جاؤ اور سو مرتبہ زندہ ہو جاؤ تب بھی یہ خیال نکال لو کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے دین پر کافر ہو جاؤں گا۔ آپ پانی پیو یا نہ پیو (میں کافر نہیں ہونگا)۔

وَ بالوالدین احساناً:

بعض روایات میں آتا ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کیلئے چلے گئے کہ ہمارے والدین خوراک نہیں کرتے، اور ہم (صحابہ) ایک مشکل میں پھنس گئے ہیں، والدین ہیں ہمارے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا "وَ بالوالدین احساناً" اللہ کہتا ہے میں نے حکم کیا ہے انسان کو مسلمان کو مومن کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے، خدمت کرے، ادب کرے، بری بات (سخت بات) اُن کو نہ کرے، ضرب (مار پیٹ سے تکلیف) نہیں دے۔ "وَ بالوالدین احساناً" ان کے ساتھ احسان کرو، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لیکن والدین کے ساتھ احسان اور اچھے سلوک کی ایک حد اللہ جلّ جلالہٗ نے مقرر کی ہے۔

"وَ بالوالدین احساناً" کے بعد کہا "اِنْ جَا ھدَاكَ ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطیعهما" اللہ کہتا ہے میں نے انسان کو حکم کیا کہ

والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، خدمت کرو، بری بات ان کو نہ کرو، طعنے ان کو مت دو، اگر کے مشرک ہی کیوں نہ ہوں، اگر کے کافر کیوں نہ ہوں، لیکن اگر ان والدین کی باتیں(حکم)اس حد تک پہنچ جائیں کے آپ کو کافر کردیں(ان کی پیروی سے عملاً یا قولاً) کافر! اور آپ کو مشرک کردیں(عملاً یا قولاً) اور آپ کو گناہ کیلئے حکم کریں(مثلاً بنا حلال و حرام میں تمیز کے روزگار کی تلاش کی فقر) یا اس کی کوشش کریں تو پھر! " فلا تطیعهما " تو آپ ایسی صورت میں ان کی بات مت مانو۔ ایسے وقت میں اُن کو کہو! نا نا امی جان، نا نا ابا جان، میں اللہ کا غلام ہوں میں رسول اللہ مبارک ﷺ کا غلام ہوں۔ فلھذا آپ کا حکم اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے حکم کے مخالف ہے (میں آپ والدین کے حکم کو، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم پر اہمیت نہیں دوں گا انشاء اللہ)۔

مومن کی شناخت:

رسول اللہ مبارک ﷺ نے فرمایا! اس وقت تک ایک مسلمان، پورا (کامل، مکمل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں (محمد ﷺ) اس (مسلمان) کیلئے اس کے والدین، اولاد اور مال و اسباب سے زیادہ محبوب نہیں ہو جاتا۔

یہاں پتہ لگتا ہے ،کہ اگر آپ نے اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے حکم مان لیا اور اولاد اور بیوی کی بات کا انکار کر دیا،ماں کی بات کا انکار کر دیا تب آپ یقیناً مومن ہو، آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عقلی محبت ہے اور آپ "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" کی بہترین مثال ہو۔ اب ہم دیکھیں کے ہم جو یہ اقرار کرتے ہیں ہر نماز میں، تو اس اقرار میں ہم کتنے صادق (سچے) ہیں۔

اقرارِ غلامی:

ہر مسلمان ہر مومن ، ہر نماز میں چاہے وہ فرض نماز پڑھے یا واجب نماز پڑھے یا سنت نماز پڑھے یا نوافل پڑھے یا عام تلاوت کرے تو ہر مسلمان ہر مومن ایک بار اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ بلکہ نماز کی ہر رکعت میں ، غلامی کا اقرار کرتا ہے۔ کہتا ہے " اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ [فاتحہ–۴]" اس میں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ"کے خاص آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں اس"اِیَّاكَ نَعۡبُدُ"میں بندہ، مسلمان و مومن اس بات کا زبان پر اقرار کرتا ہے اور زبان انسان کے دل کی ترجمان ہے۔ تو یہ انسان اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں آپ کا بندہ ہوں۔ جیسے میں زبان پر کہتا ہوں اسی طرح یہ نظریہ، فکر اور سوچ،

مضبوط اور یقین محکم کے ساتھ میرے دل میں بھی ہے کہ میں اللہ جلّ جلالہٗ ، رب العالمین کا غلام ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تاثیر:

اللہ جلّ جلالہٗ کی غلامی اور اللہ جلّ جلالہٗ کی بندگی کی ایک تاثیر اور ایک اثر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ جلّ جلالہٗ کی غلامی اور اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت اور بندگی شروع کرتا ہے۔ تو اس کی دنیا میں تاثیر یہ ہے کہ اللہ اس بندے کو مخلوق کی غلامی سے نجات دے دیتا ہے۔ یہ بالکل یقینی اور تجربہ شدہ بات ہے، جتنا انسان اللہ پاک کے نزدیک ہوتا ہے، جتنی رب العالمین جلّ جلالہٗ کی غلامی کرتا ہے، تو اُتنا اللہ مخلوق کی بندگی اور غلامی سے نجات دیتا ہے۔

علامہ اقبال کے ایک شعر کا مفہوم ہے، کہ آپ کیلئے ایک سجدہ مشکل ہے، اگر آپ ایک سجدہ کر لو تو یہ ایک سجدہ، ہزار سجدوں سے نجات دے دیگا۔ اگر ایک بندہ اللہ جلّ جلالہٗ کی غلامی اور بندگی خود کرے، دل میں بھی، زبان پر بھی اور اپنے عمل سے بھی ظاہر کرے تو اس کی دنیا میں تاثیر یہ ہے کہ اسے اللہ دوسری مخلوقات کی غلامی سے نجات دے دیتا ہے۔ اس کو اللہ ایک خصوصی رُعب (شان و شوکت) عطا کر دیتا ہے، ایک دَبدَبہ عطا کر دیتا ہے۔ کہ پھر اور مخلوق اس کے قریب نہیں آسکتی۔

اب ہم نماز میں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" کہتے ہیں۔ آیا ہم اس اقرار میں کتنے سچے ہیں اور اس اقرار میں اللہ جلّ جلالہٗ رب العالمین کے ساتھ کتنے صادق ہیں۔ ایسا نہ ہو، (اللہ نہ کرے) کہ ہم نماز میں کھڑے ہوں اور جھوٹ بول رہے ہوں۔ نماز میں تو "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" کہتے ہیں اور اقرار اس بات کا کرتے ہیں کہ اے اللہ اور کوئی ایسے ویسے نہیں کہتے کہ یا اللہ بلکہ اتنا قرب ہے کہ مخاطب کا صیغہ استعمال کیا ہے " **اِیَّاكَ** " آپ کیلئے یعنی کہ اے اللہ آپ ہر چیز سے زیادہ میرے قریب ہو۔ آپ کا قرب آپ کی نزدیکی کی فکر اور نظریہ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میں آپ کا مشاہدہ کر رہا ہوں آپ کو دیکھ رہا ہوں، اے اللہ اس لئے میں اقرار کرتا ہوں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ"۔

اب ہم اس اقرار میں کتنے سچے ہیں اور کتنی صداقت ہے، اور ایسا نہ ہو کہ ہم نماز میں کھڑے ہوں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" کہتے ہوں اور حقیقت میں جھوٹ ہو۔ شیطان کی بندگی کرتے ہوں اپنی خواہشات کی بندگی کرتے ہوں، اُس مخلوق کی اطاعت اور بندگی کرتے ہوں جو ہمیشہ اللہ کی مخالفت اور پیغمبر ﷺ کی مخالفت کا حکم کرتی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اقرار میں ہم جھوٹے ہوں۔

میں اس اقرار میں کتنا سچا ہوں؟

اب اس کا کیسے پتا چلے گا کہ میں اس اقرار میں سچا ہوں؟، ہماری زندگی ہمارے سامنے ہے، کتنی ہماری زندگی قرآن اور سنت کے مطابق گزرتی ہے،

کتنی ہم اللہ اور اللہ کے محبوب اور پیارے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔اب ہم اپنے گریبان میں دیکھیں ، میں سر جھوکا کر اپنے گریبان میں دیکھوں کہ میں نے کتنی اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے رسول ﷺ کی غلامی کی ہے اور کتنی میں نے شیطان اور کتنی میں نے اپنی خواہشات کی مُتابعت کی ہے۔

اگر میری زندگی میں اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے محبوب پیغمبر ﷺ اطاعت اور بندگی ہو تب یقیناً " اِیَّاكَ نَعۡبُدُ " میں ، آپ ، میں اور تمام مسلمان و مومنین انشاءاللہ کامیاب ہیں۔اور اگر زبان پر " اِیَّاكَ نَعۡبُدُ " کہتے ہوں، نماز میں " اِیَّاكَ نَعۡبُدُ " کہتے ہوں اور میرا عمل اللہ کی بندگی اور اللہ جلّ جلالہٗ کی غلامی کے خلاف ہو پھر یقیناً ہم جھوٹ بولتے ہیں۔اور پھر جھوٹ بھی کس کے ساتھ بولتے ہیں، مخلوق کے ساتھ نہیں بولتے اللہ کے ساتھ بولتے ہیں،اور بولتے بھی مسجد میں ہیں نماز کے دوران ، کتنی بہترین عبادت ہے اور اس کو ہم جھوٹ سے خراب کر دیتے ہیں۔

مفہوم عبادت اور بعض لوگوں کی غلط فہمی:

عبادت کس کو کہتے ہیں ، بعض لوگ غلط فہمی کے شکار (پڑے ہوئے) ہیں، کہ عبادت اس کو کہتے ہیں کہ بس سجدے لگاؤ، نفل پڑھو، فرض نماز پڑھو بس یہ عبادت ہے ! نا۔ عبادت ! صرف سجدہ کرنا، نماز ادا کرنا یہ بھی عبادت

ہے لیکن یہ مکمل عبادت نہیں ہے۔ یہ عبادت اور اللہ کی غلامی کا کچھ حصہ ہے۔ دیکھو آپ تو سجدے لگاتے ہو، نماز پڑھتے ہو، عبادت کرتے ہو، تلاوت کرتے ہو، ذکر کرتے ہو، تو اس کے بعد آپ کا معاملہ (دیگر معاملات اور کاروبار) کیسا ہے۔ کتنا شریعت کے برابر ہے، کتنا قرآن و سنت کے برابر ہے، آپ کی معاشرے میں زندگی اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کے برابر ہے یا اپنی خواہشات کے برابر ہے۔

شریعت اللہ کی غلامی کا جامع نسخہ:

دین جو ہے یہ اسلام اور شریعت یہ اللہ کی غلامی کا ایک جامع نسخہ ہے۔ ان نمازوں سے، روزوں سے، زکواۃ سے، حج سے، حرام کو حاصل کرنے اور حرام کے استعمال سے بچنے سے، مسلمان کے ساتھ کیسے زندگی گزاروگے، پڑوسی کے ساتھ کیسے زندگی گزاروگے، یہ سب (احکامِ شریعت) ایک جامع نسخہ ہے۔ بعض لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں کہ بس "اِیَّاكَ نَعْبُدُ"، ٹھیک ہے نماز ایک بڑی (مقبول) عبادت ہے، نوافل ایک بڑی عبادت ہے، ذکرِ اللہ ایک بڑی عبادت ہے لیکن دیکھو آپ کی روزمرہ کی زندگی کیسی ہے۔ کتنی قرآن وسنت کے مطابق ہے، آپ کتنے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" کے اقرار میں سچے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ہمارے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگی پڑی ہوئی ہے انہوں نے

پیغمبر علیہ السلام کی صحبت اور ان کی مجلس کی برکت سے ہر چیز اللہ کے حکم پر قربان کر دی ہر چیز۔ جان، مال، وقت، خواہشات سب اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم پر، پیغمبر علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر پر روانہ ہوئے، دشت و بیابان میں ، یہ (گڈریا) بکریاں جو چراتا ہے جس کو اعرابی (بکریاں چرانے والا) کہتے ہیں۔ اُس (گڈریے) کو کہا کہ ایک بکری یا ایک بھیڑ ہمیں دے دو (بیچ دو)، ہم اس کو ذبح کر لیں گے۔ اُس گڈریے نے کہا کہ یہ بھیڑ بکریاں میری نہیں ہیں میں صرف خیال رکھنے والا ہوں میں مالک نہیں ہوں فلھذا بیچنے کا حق مجھے نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا کے یہ تو بہت مزے کی بات ہے (اُس کا امتحان لے رہا ہے)، مالک تو یہاں نہیں ہے نا اور بھیڑ بکریاں بھی تعداد میں زیادہ ہیں تو تمہارے مالک کو پتہ بھی نہیں لگے گا اس لئے ایک بھیڑ یا بکری ہم پر بیچ دو اور اس کی قیمت اور پیسے خود لے لو اپنی ضرورتوں میں استعمال کر لو گے۔ وہ (عرابی) ان کو کہتا ہے کہ میرا مالک نہیں ہے لیکن " فَأَيْنَ اللّٰه" اللہ تو ہے تو پھر اللہ کہاں ہے " فَأَيْنَ اللّٰه" اللہ کہاں ہے۔ دیکھو "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے کی برکت سے ان کے دلوں میں باقاعدہ شریعت اور اللہ کے حکم ایسے اندر اترے ہوئے تھے کہ ان کہ مقابل میں کسی کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صبح سویرے گلیوں میں گشت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر صبح سویرے جلدی گلیوں میں گھومتے تھے اور دیکھتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ ایک گھر سے ہلکی سی کچھ آواز آئی، جب کان لگا کر سنا تو، ایک بوڑھی اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی کہ آج تو گائے، بھینس اور بکری نے دودھ کم دیا ہے فلھذا آج تھوڑا پانی ملا دو (mix) تاکہ ہمارے جتنے خریدار (گاہک) ہیں اُن سب کا دودھ پورا ہو جائے۔ (آج کل پانی ملا دودھ 50 روپے کا لیٹر ہے اور خالص 80 یا 90 روپے کا، اللہ فضل کرے مسلمان کا یہ حال ہے۔ اللہ اکبر کبیراً !)۔

وہ بیٹی اس (بوڑھی) کو کہتی ہے کہ امیر المومنین نے یہ حکم کیا ہے، مسلمانوں کے امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم کیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں ملاوٹ نہ کرے پانی نہ ملائے، (سب) صاف اور خالص دودھ بیچیں، ماں نے کہا امیر المومنین کہاں ہیں، بیٹی ماں کو کہہ رہی ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سن رہے ہیں، کہ اگر امیر المومنین نہیں ہیں اور ان کے سپاہی نہیں ہیں لیکن اللہ تو ہے، امیر المومنین کا اللہ تو دیکھ رہا ہے، وہ تو ہمارے اس عمل کا نظارہ کر رہا ہے، وہ ہماری یہ نافرمانی تو دیکھ رہا ہے۔ میں پانی نہیں ڈالتی۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب صبح ہو گئی تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کی نیت سے اپنے بیٹے کا رشتہ اس لڑکی کیلئے بھیج دیا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ پھر اس لڑکی کی نسل میں اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو پیدا کیا۔

آپ کی خدمت میں پہلے ہی عرض ہو چکا ہے کہ انسان جتنا شریعت کا تابع ہوتا ہے اتنا ہی مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے۔ جتنا ہم میں اللہ کا قرب اور اللہ کی نزدیکی آتی ہے اُتنا اللہ ہمیں ذلت سے محفوظ کرتا ہے، بے عزتی سے محفوظ کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے غلام بن گئے " اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ ۝ [فاتحہ ـــ ۴]"

عربوں کی شراب نوشی:

عربوں میں ایک سخت اور بری عادت شراب نوشی تھی۔ شراب ان کی عادت تھی، جو جتنا زیادہ شراب نوش ہوتا وہ اتنا ہی زیادہ عزت مند شخص ہوتا، باقاعدہ اس پر فخر کرتے تھے کہ میں نے آج چار (4) گلاس شراب پی ہے، شاعر کہتا ہے" اِذَا مَا اصۡطَبَحۡتُ اربعا شَدَّ مَیۡزَرِیۡ " کہ جب میں چار گلاس شراب پی لوں تو مجھ میں اتنا نشہ ہوتا ہے کہ پھر میری چادر ارد گرد گھومتی ہے، تو یہ ان کی ایک عادت تھی۔ ان کے معاشرے میں ایسی عادت تھی کہ علماء لکھتے ہیں کہ شراب کے الگ الگ دو سو (200) نام تھے۔ صبح کی شراب کا ایک نام لیا جاتا تھا صبوح اور شام کی شراب کو غبوق کہتے تھے، جو آم سے بنتی تھی اس کا الگ نام تھا، کھجور سے جو بنتی تھی اس کا الگ نام تھا، جس کے ساتھ سرکہ ملا (مکس) ہوتا اس کا مستقل ایک الگ نام تھا، جس کے ساتھ پانی

ملا (مکس) ہوتا اس کا مستقل نام تھا، جو شراب پکی ہوتی اس کا الگ نام تھا اور جو کچی ہوتی اس کا الگ نام تھا۔

شراب نوشی ان کے معاشرے کی ایک اہم اور ضروری چیز تھی بلکہ شرافت کی نشانی تھی۔ اور یہ ان کی عادت تھی، عادت چھوڑنا بہت سخت کام ہوتا ہے۔ جو سگرٹ پیتا ہو یا پان کا عادی ہو یا نسوار ڈالتا ہو، نسواری ہو۔ نسوار! وہ نسوار نہیں چھوڑ سکتے۔ سگریٹ یا پان عادت لگی ہوئی ہوتی ہے۔

ظلمتِ شراب:

شراب تو بہت خطرناک ہے ہماری شریعت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شراب کو تھوڑا سا بھی پی لو تو یہ تھوڑی شراب زیادہ کو دعوت دیتی ہے اس سے انسان کی پیاس ختم نہیں ہوتی۔ شراب اتنی بیکار چیز ہے کہ یہ جتنی پیو اتنی پیاس لگتی ہے۔ ایک گھونٹ پی لو تو پیاس ختم نہیں ہوتی اب بندہ کہتا ہے کہ دوسرا گھونٹ پیتا ہوں، جب دو پی لو تب تین کو طبیعت کرے گی۔ مرزا غالب کا ایک شعر ہے " چھوٹتی نہیں مجھ سے یہ کافر "۔ کتابوں میں لکھا ہے 1922ء میں یورپ کے لوگوں نے شراب پر پابندی لگادی تھی، یورپی ممالک میں پابندی لگ گئی تھی اور امریکہ میں بھی اسی پابندی کی کوشش ہوئی کہ شراب بند ہو جائے۔ کیونکہ انہوں نے معاشرے میں شراب کے بہت مضر اور خطرناک اثرات دیکھے تھے۔

انہوں نے اسمبلی میں قانون پاس کروایا کہ شراب بند۔ اب بند کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو جو قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں وہ کوشش کریں کہ کوئی شراب نہ پیئے۔ جو پولیس ہے وہ گھومے کہ کوئی شراب نہ پیئے۔ تو یورپی ممالک میں لوگوں نے پولیس کے سامنے اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے سامنے چھوڑ دی۔ (لیکن، اب آپ کو شریعت کا حسن بتاتا ہوں کہ کتنی خوبصورت ہے ہماری شریعت) تو انہوں نے ایسا کیا کے گھروں میں شراب کی بھٹیاں بنانی شروع کر دیں۔ ان کی فکر پر کام نہیں ہوا تھا، ان کے ذہنوں پر کام نہیں ہوا تھا، تو اس لئے پہلے جو کارخانوں میں شراب بنتی تھی، کمپنیاں بنائی ہوئی تھیں وہ کچھ نا کچھ صاف تو تھیں، لیکن وہی جب کھروں میں بننی شروع ہوئی تو لوگ اور زیادہ خراب ہو گئے۔ آخر یورپی ممالک نے یہ پابندی ہی ختم کر دی کہ بس سب آزاد ہیں جو پیتا ہے پیئے جو نہیں پیتا نہ پیئے۔

شراب کیسے حرام ہو گئی؟:

شراب آپ کی خدمت میں، میں نے عرض کر دی کہ عربوں میں یہ عادت تھی عادت، پیغمبر ﷺ مبارک جس معاشرے سے آئے تھے اس معاشرے میں شراب پینا زندگی کی لازمی چیز تھی۔ تو پھر شراب کیسے حرام ہو گئی؟، پیغمبر مبارک ﷺ چونکہ ہمارا اہل سنت و الجمات کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد صغیرہ گناہوں سے بھی اور کبیرہ

گناہوں سے بھی معصوم ہیں، معصوم۔ پیغمبر علیہ السلام پوری زندگی میں شراب کے قریب نہیں ہوئے تھے۔

لیکن عرب پیتے تھے، غزوہ احد تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت تھی کیونکہ ابھی تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی کہ حرام ہے البتہ وقتی طور سے عربوں کی فکر پر کام ہوا تھا،"یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ [۲ البقرة —۲۱۹]

"آپ سے سوال کرتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں،تو ان کو کہہ دو کہ اس کا گناہ زیادہ ہے،فائدے بھی ہیں لوگوں کیلئے لیکن گناہ زیادہ ہے "وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ " تو فکر بن گئی کہ اوہو اس کا گناہ، فائدے سے زیادہ ہے۔ کچھ نہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ کو نفرت آگئی کہ یہ تو بہت گناہ والی چیز ہے۔

کچھ زمانہ گزر گیا، پھر حکم آگیا"لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری" آپ لوگ نشے کے حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ "۔تو پتا لگ گیا صحابہ رضی اللہ عنہ کو کہ نشے کہ حال میں نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔ناجائز ہے حرام ہے "لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری "

آخر میں جب صحابہ رضی اللہ عنہ کی فکر پر کام ہو گیا ، ان کے ذہنوں میں شراب کی نفرت بیٹھ گئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا"انما الخمرو المیسروالانصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان فاجتبوہ"

اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، بت اور پانسے سب شیطان کے گندے کام ہیں، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ یہ مردار ہے مردار۔ اگر آپ کے کپڑوں کے ساتھ لگ گئی نماز نہیں ہو گی، اگر بندن کے ساتھ لگ گئی تو نماز نہیں ہو گی۔ یہ مردار ہے مردار، پیشاب کی طرح مردار، رجس۔ اور دوسرا (حکم) کہ یہ عمل شیطان کا ہے۔ آپ اس سے خود کو محفوظ کرو، اگر آپ اس سے بچ گئے تو یقیناً آپ لوگ فلاح یافتہ قوم ہو گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کی شراب سے نفرت:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے۔ وہ کہتے ہیں، کہ میں اپنے والد ابو طلحہ کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، تو کچھ مہمان آئے ہوئے تھے تو ان کو میں نے شراب پلانہ چاہا، میں ساقی تھا شراب کا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی مجلس تھی کہ آواز ہو گئی۔ "اَلَا اِنَّ الخمر قَدْ حَرُمَتْ" علان ہو گیا کے خبر دار ایک بات سن لو شراب حرام ہو گئی ہے۔ یہ فرماتے ہیں اس مجلس میں بعض صحابہ کرام ایسے تھے کہ شراب کے گلاس ان کے ہونٹوں کے بالکل قریب تھے لیکن جب یہ آواز سن لی تو فوراً گلاس رکھ دئے۔ چھوڑ دی شراب، باقاعدہ جن گھروں میں شراب تھی وہ انہوں نے پھینک دی۔ تین دن مدینہ کی گلیوں میں شراب ایسی بہتی تھی کہ جیسے پانی۔ جن گھروں میں شراب تھی، یہ نہیں کیا کہ پیسوں پر بیچ دیں، کافروں پر بیچ دیں۔

نا نا اللہ کا حکم آگیا تھا، اللہ کے حکم پر اپنا سر رکھ دینا، دل وجان سے تسلیم کرنا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے ساری (شراب) بہا دی اور مدینہ منورہ کی گلیاں ایسے بھیگی ہوئی تھیں جیسے بارش ہوئی ہو۔ ہماری شریعت جامع ہے، فکر پر بھی کام ہو گیا اور جس سے انفرادی اصلاح ہو گئی لیکن پھر سوسائٹی اور معاشرے کیلئے بھی قانون بن گئے، کیونکہ ایک فرد کے لئے ایک قانون ہوتا ہے اور سوسائٹی اور معاشرے کیلئے دوسرا قانون ہوتا ہے۔

قانون یہ ہے کہ کوئی شراب پی لے اس سے جامعہ سوسائٹی اور معاشرہ خراب ہوتا ہے، اس لیے اس شخص کو سرے عام آسی 80 کوڑے مارے جائیں۔ ایک طرف تو افراد کی اصلاح کیلئے کوشش ہوگی تو دوسری طرف شریعت نے سوسائٹی اور معاشرے کی اصلاح کو بھی ضروری اور جزِ لازم بنایا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا راز:

بہر تقدیر "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" اللہ جلّ جلالہٗ کی غلامی کا اقرار، کہ جب اللہ کا حکم آئے گا، اس کے مقابل میں اپنی خواہشات، دل کے تقاضے چھوڑنا، بس اللہ کے حکم کے آگے اپنا سر جھکانا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا ایک راز، صرف یہ راز تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اللہ کا حکم ہر حال، ہر آن میں ، خوشی میں غم میں جیسی بھی حالت تھی اللہ کے حکم مانتے تھے اور سر

جھکاتے تھے، اپنی خواہشات کو پیچھے چھوڑا تھا۔ آج ہم بھی ان پر فخر کرتے ہیں بلکہ کافر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی طرز زندگی سے فائدے لیتے ہیں خواہ اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی زندگی، انسانیت کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

خلاصہ کلام:

جب ایک مسلمان اور مومن اللہ جلّ جلالہٗ کی توحید کے عقیدہ پر سمجھ جائے، اور عقیدہ رسالت کو سمجھ جائے، اور فکرِ آخرت اس میں پیدا ہو جائے، پھر اس وقت (صورتِ حال میں) انسان کے دل میں، مومن اور مسلمان کے دل میں ایک ایمانی اور قلبی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ یقین بن جاتا ہے کہ واجب الاطاعت اور فرمانبرداری کا حق دار اور لائق اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔ فرمانبرداری اور اطاعت کا حق دار اور لائق اور مناسب پیغمبر علیہ السلام ہے۔"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" اور یہ یقین اور عقیدہ ساتھ پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے کسی (مخلوق) کی اطاعت اور باتیں ماننے پر مجھے حکم کیا ہے، اور میں اس کی بات مانوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا اس وقت تک جب تک مجھے (مخلوق) اللہ کی شریعت میں حکم کرتی رہے۔

اولاد والدین کی اطاعت کرے گی، اللہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم والدین کی اطاعت کریں اور فرمانبرداری کریں اور ان کی باتیں مانیں۔ ایک مسلمان بی بی کو اپنے خاوند کی باتیں ماننے پر اور اطاعت پر اللہ نے مامور کیا ہے،

حکم کیا ہے۔ ایک اسلامی، عادل، متقی سلطان یا بادشاہ یا صدرِ حکومت، ہو تو عوام کو ضروری ہے کہ اُن کی باتیں مان لیں لیکن جب شریعت کے مطابق ہوں، قرآن اور سنت کے مطابق ہوں۔

مرحلہ اقرارِ بندگی:

اب اس یقین کے بعد مرحلہِ اقرار شروع ہو جاتا ہے۔ کہ اب ایک مسلمان انسان اور مومن چند باتوں کا اقرار کرلے، کہ حقیقت میں وہ اپنی دلی (قلبی) کیفیات کی ترجمانی کر لے۔ زبان پر یہ اقرار کرلے کے اے اللہ جلّ جلالہٗ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ واجب الاطاعت ہیں آپ کی اطاعت لازم ہے، آپ کی فرمانبرداری مجھ پر لازم ہے، اور آپ کے سوا کوئی بھی مجھے آپ کی مخالفت کا حکم کرے تو میری ایمانی کیفیت یہ ہے میری ایمانی قوت وطاقت یہ ہے کہ میں ان کی بات نہیں مانوں گا اور ان کی اطاعت نہیں کروں گا۔

البتہ پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت پر اور اُن کی باتیں ماننے کا اللہ جلّ جلالہٗ نے حکم کیا ہے۔ تو اس کا اقرار بھی کرو گے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر بات میں کامل اطاعت کرونگا۔ تو جب "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" ہم زبان پر کہتے ہیں تو ہم زبانی طور سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ اللہ جلّ جلالہٗ واجب الاطاعت ہیں اور اللہ کا پیارا پیغمبر رسول اللہ مبارک ﷺ بھی واجب الاطاعت

ہیں۔ ان کی فرمانبرداری کریں گے ہر مقام پر، ہر وقت میں، ہر حالت میں خواہ خوشی ہو، غم ہو، غربت ہو یا مالداری ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ نے جس قسم کا بھی حکم کیا ہے، (ان کا اقرار کرتا ہوں مثلاً) بندہ کہتا ہے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" اے اللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں والدین کی خدمت کروں گا۔ ان کی باتیں مانوں گا۔ اسی طرح ایک مسلمان بی بی اپنے خاوند کی خدمت کرے گی اللہ جلّ جلالہٗ نے اسے خاوند کی اطاعت کا حکم کیا ہے۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ نے عوام کو ایک عادل، مسلمان صدر یا بادشاہ کی اطاعت پر مکلف (ذمہ دار) کیا ہے۔

تو یہ اقرار تو ہو گیا۔ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں زبانی طور سے اس بات کا اقرار ہے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ جتنی میری عملی زندگی ہے، جتنی بھی میری زندگی ہے۔ تمام زندگی میں آپ کی باتیں مانوں گا آپ کی اطاعت کروں گا۔ آپ نے جن کاموں کا مجھے حکم کیا ہے ان کو پورا کروں گا۔ اور جن کاموں سے آپ نے مجھے منع کیا ہے ان سے میں خود کو روکوں گا۔

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں اقرار ان دونوں باتوں کا ہے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ آپ واجب الاطاعت ہیں آپ کے سوا کوئی واجب الاطاعت نہیں ہے۔ رسول اللہ مبارک ﷺ واجب الاطاعت ہیں (کیونکہ اللہ نے حکم کیا ہے آپ ﷺ کی اطاعت کا) ان کے سوا کوئی واجب الاطاعت نہیں ہیں۔

اے اللہ جلّ جلالہٗ میں اقرار اس بات کا کرتا ہوں کے میری جتنی زندگی آپ نے مجھے دی ہے، بچپن سے لیکر اس وقت تک جب میرے بدن سے روح پرواز کر جائے گی اور آپ کیلئے آئے گی، میں آپ کی بندگی کروں گا، آپ کی بات مانوں گا، (انشاء اللہ) نیک اعمال کروں گا اور بد اعمال سے خود کو روکوں گا۔ یہ (اقرارِ بندگی) دوسرا مرحلہ ہو گیا۔

عملی مرحلہ:

۱۔ دل کا یقین بن گیا

۲۔ "اِيَّاكَ نَعۡبُدُ" میں اقرار بندگی ہو گیا، اب اس کے بعد

۳۔ تیسرا میدان اور تیسرا مرحلہ عمل ہے۔

اس (عمل کے) مرحلے میں انسان کہتا ہے، اے اللہ جلّ جلالہٗ ! میں تو بہت کمزور ہوں اور میں آپ کی ضعیف مخلوق ہوں، اتنی بڑی (جامع) شریعت پر میں کیسے عمل کروں گا۔ یہ (شریعت) میں اپنی عملی زندگی میں کیسے لاؤں گا۔ ممکن اس عملی میدان میں، میں فیل ہو جاؤں، نا کام ہو جاؤں۔ اسلام عبارت انہی باتوں سے ہے اور ایمان عبارت انہی تین باتوں سے ہے، یقین، اقرار اور عملی میدان، عملی امتحان اللہ جلّ جلالہٗ کو دینا، کہ میں آپ کا ہر میدان میں صاف ستھرا، سُچا مسلمان اور بندہ ہوں۔ اگر وہ عبادات کا میدان ہو، عبادات اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے کرنے سے بندا اس میدان میں

پاس ہو جائے گا۔ معاملات، تجارت، اخلاق دین کے جتنے بھی شعبے ہیں تمام شعبوں میں اب عملی امتحان دینا چاہئے۔ عملاً۔

یہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے کہ نہ اسکا سر ہو اور نہ دم؟:

ایک شخص تھا، دوسرے شخص کیلئے بیٹھا، کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر بنا دو۔ (وہ کیا لوگ تیزاب اور مختلف اوزار کی مدد سے شیر وغیرہ کی تصاویر جسم پر کندہ کرتے ہیں جِسے LOGO کہتے ہیں)۔ تو اس مصور نے کہا کہ ٹھیک ہے ہاتھ سامنے کرو کہ شیر بناؤں، جب سوئی جسم میں اندر کی اور درد ہوا تو درد سے تڑپ کر کہا کہ یہ کیا بنا رہے ہو، تو اس مصور نے کہا کہ شیر کی دُم بنا رہا ہوں تو اس شخص نے کہاکے یہ دُم نہ بناؤ اس سے مجھے درد ہوتا ہے۔ مصور نے کہاٹھیک ہے تو پھر کیابناؤں تو اس شخص نے کہاکے سر بناؤ، جب مصور نے سر بنانا شروع کیا تو پھر درد ہوا، تو کہنے لگا کہ کیابنا رہے ہو، مصور نے کہا سر، تو پھر کہا کہ نہیں نہیں یہ مت بناؤ اس سے مجھے درد ہوتا ہے، ایسا شیر بنا دو جس کا سر نہ ہو۔ اس مصور نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے ایسا بھی کوئی شیر ہوتا ہے جس کا نہ کوئی سر ہو نا دُم ۔

اسلام وہ ہے جسکی ابتدا بھی ہو انتہا بھی ہو:

یہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے کہ نہ اسکا سر ہے اور نہ دم۔اسلام وہ اسلام ہے جس کا سر بھی ہو، ابتدا بھی ہو، انتہا بھی ہو، وسعت بھی ہو، تب انسان،

کامل انسان بنتا ہے۔ انسان کہتا ہے کے ممکن ہے میں اس عملی میدان میں کار بند نہ ہو پاؤں، شریعت کے تمام احکام اپنی اپنی جگہ پر ادا نہ کر سکوں۔ تو اللہ جلّ جلالہٗ اب اس طرف ہمیں متوجہ کر رہا ہے کہ پھر مجھ سے مانگو۔ **"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ** [ا فاتحہ –۴]" اب **"اِيَّاكَ نَعْبُدُ"** کے بعد عملی مرحلہ شروع ہو گیا، اب اللہ جلّ جلالہٗ انسان کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے، مسلمان کو متوجہ کر رہا ہے، مومن کو متوجہ کر رہا ہے کہ " **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اعلان کرو، مجھ سے دعا کرو، مجھے اپنی زاری کرو، **"اِيَّاكَ نَعْبُدُ"** اے اللہ خاص آپ کیلئے عبادت کرتا ہوں" **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ! خاص آپ سے مدد مانگتا ہوں۔

اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اپنی امداد مانگنے کا طریقہ سکھا رہا ہے۔ تو پھر اللہ جلّ جلالہٗ ہماری مدد کرے گا کے نہیں کرے گا (ضرور کرے گا، خوا مخوا کرے گا)۔ تو کہو " **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ! آپ اپنی مدد میرے ساتھ شامل حال کر دیں، اے اللہ! آپ اپنی توفیق میرے ساتھ شامل حال کر دیں، میرے ساتھ اپنا فضل و کرم شامل حال کر دیں، اے اللہ! مجھے شریعت پر استقامت عطا کر دیں (آمین)۔" **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ جلّ جلالہٗ! خاص آپ سے مدد مانگتا ہوں۔

اسباب بد اخلاقی:

انسان جب بد اخلاق ہوتا ہے، ایک انسان جب بے دین ہوتا ہے، انسان جب صراطِ مستقیم سے ہٹ (دور ہو) جاتا ہے اس کیلئے چند اسباب ہیں انسان کہتا ہے " اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " اے اللہ جلّ جلالہٗ !جو اسباب بد اخلاقی کے ہیں، جو راستہ بد اخلاقی کا ہے اے اللہ جلّ جلالہٗ ! آپ سے مدد مانگتا ہوں، آپ میری دستگیری کر دیں، آپ مجھ پر رحم کر دیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ مجھ پر فضل کر دیں، میرے ساتھ رحمت اور فضل کا معاملہ کر دیں۔

بے راہ روی کیلئے، بے دینی کیلئے مندرجہ ذیل چار (۴) اسباب ہیں۔

۱۔ نفس

۲۔ شیطان

۳۔ بد ماحول (اجتمائی مثلاً سنیما، پارٹیز، حجرے وغیرہ)

۴۔ بُرے دوست (گمراہ، ذاتی مجلس وغیرہ)

۱۔ نفس:-

ایک تو انسان کا نفس ہے، انسان کی خواہشات ہیں، ہمیشہ جو انسان بے راہ ہوتا ہے، گمراہ ہوتا ہے، اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر

ﷺ کا دشمن بن جاتا ہے، مخالف بن جاتا ہے، اس کی بڑی وجہ نفس ہوتا ہے۔ نفسِ امارۃ بالسوء، یہ ہمیشہ انسان کو بُرے بُرے کاموں کا حکم کرتا ہے، ہمیشہ کیلئے۔ کیونکہ نفسِ امارۃ بالسوء کا کام ہی یہی ہے کے انسان کو بے دین کر دے، بد اخلاق کر دے، اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر ﷺ کا دشمنوں کی صف میں کھڑا کر دے (شامل کر دے)۔ " **اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ** " اے اللہ جلّ جلالہٗ! ہماری مدد کر دیں کیونکہ ہمارے ساتھ نفس لگا ہوا ہے۔ اور جب اللہ جلّ جلالہٗ کی مدد نفس کے مقابل میں آجائے، اور آپ نے دعا کرلی، اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگ لیا کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ میں تو نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ تو بہت طاقتور ہے، اللہ جلّ جلالہٗ آپ میری مدد کر دیں۔

اللہ جلّ جلالہٗ جب انسان کی مدد کر لے تو یہ نفس مغلوب ہو جاتا ہے تو اس کو علماء تصوف، نفس لوامہ کہتے ہیں۔ پھر یہ نفس اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے کے فلانے وقت میں کیوں اللہ جلّ جلالہٗ کی مخالفت کی تھی، اس وقت کیوں پیغمبر ﷺ کی مخالفت کی تھی۔ پھر جتنی اللہ جلّ جلالہٗ سے مدد مانگے اور اللہ جلّ جلالہٗ کی مدد آتی ہے تو پھر آپ کے نفس بد کو اللہ جلّ جلالہٗ نفس طیبہ میں تبدیل کر دیتا ہے، پاک نفس سے اللہ بدل دیتا ہے۔ پہلے نفس لوامہ بنتا ہے پھر اس کے بعد نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ نفس مطمئنہ کا مطلب اور معنی یہ ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت اور اللہ جلّ جلالہٗ کی بندگی کے ماسوا قرار نہیں آتا۔

۲۔ شیطان:-

دوسرا سبب جو انسان کو بد اخلاق کرتا ہے، مسلمان کو بد اخلاق کرتا ہے وہ شیطان ہے شیطان۔ شیطان ہم آپ کا دشمن ہے، اللہ جلّ جلالہٗ کا دشمن ہے، رسول اللہ مبارک ﷺ کا دشمن ہے، تو شیطان ہے۔ اور خطرناک دشمن ہے ہم دشمن کیلئے ایک اسلحہ (ہتھیار) ہوتا ہے تاکہ اسے مغلوب کیا جاسکے۔ ظاہری دشمن ہو آپ کے پاس اسلحہ ہے ایٹم بم ہے، رائفل ہے، فلان ہے فلان ہے تاکہ کوئی دشمن آپ پر غالب نہ ہو۔ یہ شیطان ایسا دشمن ہے کہ غیر محسوس ہے۔ انکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا، اس کیلئے بہترین اسلحہ اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت ہے۔ اللہ کی بندگی ہے، اور رب العالمین جلّ جلالہٗ سے مدد لینا ہے بس یہی اسلحہ (کافی) ہے۔

مسلمان دعا کرتا ہے، " **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ جلّ جلالہٗ ! میں آپ سے مدد چاہتا ہوں، میں تو شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتا،

یا اللہ جلّ جلالہٗ ! شیطان مجھے آپ کے دشمنوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہتا ہے،

یا اللہ جلّ جلالہٗ ! شیطان مجھے آپ کے مخالفین کی صف میں کھڑا کرنا چاہتا ہے،

یا اللہ جلّ جلالہٗ ! شیطان تو آپ کو مجھ سے ناراض کرنا چاہتا ہے،

یا اللہ جلّ جلالہٗ ! شیطان تو مجھے جنت سے دور کرنا چاہتا ہے اور مجھے جہنم کا مستحق بنانا چاہتا ہے۔ " **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ جلّ جلالہٗ ! شیطان کے

مقابل میں میری مدد فرمادیں۔(اس سوچ کے ساتھ آپ نماز میں **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** کہیں، پھر دیکھیں کہ آپ کا کیا حال بنتا ہے)۔

۳۔بد ماحول:

تیسرا بد ماحول، گناہ والا ماحول، معصیت والا ماحول، اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے پیارے اور عظیم الشان پیغمبر ﷺ کی مخالفت والا ماحول۔ تو آپ دعا کریں کے " **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " اے اللہ جلّ جلالہٗ !ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور اس بد ماحول کے اثر سے مجھے محفوظ کر دیں۔ تو تیسرا گمراہی کا سبب بد ماحول ہوتا ہے، بے کار (فضول) ماحول ہوتا ہے، اور ماحول انسان پر اثر کرتا ہے، چاہے اچھا ماحول ہو یا بُرا ماحول تو اس کا انسان کی اصلاح (تربیت) میں ایک اہم اثر ہوتا ہے۔ (کیونکہ انسان کا نفس ماحول کے تابع ہوتا ہے اچھے ماحول کا اثر بھی اچھا ہوتا ہے اور بُرے ماحول کا اثر بُرا)۔

تربیت کیلئے سبب بہترین ماحول:

تربیت کیلئے ایک سبب بہترین ماحول ہے۔ متقیوں، صلحاء، اولیا کی صحبت کا ماحول۔ حدیث مبارک میں اچھے اور بُرے ماحول کی مثال آتی ہے۔رسول اللہ مبارک ﷺ فرماتے ہیں کہ اچھے ماحول، متقیوں کا ماحول، علماء و صلحاء کے ساتھ بیٹھنے کا ماحول، ان کی مجلس کی مثال ایسی ہے جیسے عطر (خوشبو) فروش کی دُکان، اگر عطر فروش کی دکان پر کبھی جاؤ تو یا تو خود کچھ عطر

خرید کر جیب میں ڈال لو گے اور جب ضرورت پڑے استعمال کر لو گے، اور اگر نہیں خریدو گے تو پھر اس دکان، جو عطر فروش کی دکان ہے، میں بیٹھے ہو گے تو اس وقت کچھ نہ کچھ خوشبو تو آئے گی (خوشبو آپ پر لگے گی)۔

اگر علماء، صلحاء کے ساتھ بیٹھو گے اور متقیوں کے ساتھ بیٹھو گے تو ہو سکتا ہے اُس مجلس میں کوئی دوسرا شخص کوئی مسئلہ پوچھ لے یا آپ کوئی مسئلہ پوچھ لیں گے تو وہ عالم ،وہ بزرگ اور متقی آپ کو جواب دے دیں گیں۔ ہمیشہ کیلئے مسئلہ آپ کو یاد بھی ہو جائے گا جب ضرورت پڑی تو موقعہ محل پر استعمال کر لیں گیں۔ اور اگر کوئی مسئلہ نہیں پوچھا، دریافت نہیں کیا تو ہو سکتا ہے اس مجلس میں کوئی اور شخص آجائے اور وہ کوئی مسئلہ پوچھ لے یا وہ عالم خود کوئی مسئلہ بیان کر دے، تو یاد ہو جائے گا کے نہیں۔ بے شک آپ نے نہیں پوچھا لیکن پھر بھی مسئلہ سیکھ جاؤ گے۔ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم وہ گھنٹہ، دو گھنٹے تو صلحاء اور نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ گئے اور صلحاء و نیکو کاروں کی مجلس میں اللہ جلّ جلالہٗ ہمیشہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔

بے کار ماحول اور بد ماحول، پیغمبر علیہ السلام نے اس کی مثال اس طرح دی ہے، جیسے لوہار کی بھٹی، اگر لوہار کی دکان پر چلے جاؤ تو یا کپڑے میلے (دھنوے اور گرد سے) ہو جایں گے اور اگر کپڑے میلے نہ ہوئے تو کہیں نہ کہیں تو آگ کی کوئی چنگاری کپڑوں کو جلا دے گی اور یہ بھی نہ ہوا تو بھٹی کی بدبو تو آتی ہی

ہے۔ اگر بے کار مجلس میں آ گئے یا تو خود غیبت میں مبتلاٗ ہو جاؤ گے، یا خود جھوٹ بولو گے، یا خود چغلی کے گناہ میں مبتلاٗ ہو جاؤ گے۔ اور اگر خود غیبت نہ کی، چغلی نہ کی، جھوٹ نہیں بولا تو ممکن کوئی اور غیبت کرلے گا، کوئی دوسرا جھوٹ بول لے گا، کوئی اور چغلی کر لے گا، تو آپ سن لو گے۔ جیسے غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح غیبت سننا بھی گناہ ہے، جیسے جھوٹ بولنا گناہ ہے اسی طرح جھوٹ سننا بھی گناہ ہے، جیسے چغلی کرنا گناہ ہے اسی طرح چغلی کی باتیں سننا بھی گناہ ہے۔ تو تیسرا بے راہ روی کیلئے اور گمراہی کیلئے سبب بد ماحول ہے۔ بے کار ماحول، گناہ والا ماحول، فسق و فجور والا ماحول۔

۴۔ بُرے دوست:

چوتھا فسق و فجور اور گمراہی کیلئے سبب علماء فرماتے ہیں، وہ بُرے دوست ہیں جن کے ساتھ آپ کا ملنا جلنا ہوتا ہے۔ جن کے ساتھ آپ کا بیٹھنا ہوتا ہے، اور خواہ مخواہ ایک دوست کا دوسرے دوست پر اثر ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر آپ ایک شخص کو پہچاننا چاہتے ہو کے یہ متقی ہے یا یہ بے دین اور گمراہ ہے تو اس کو اس کے دوستوں سے پہچان لو کہ کن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے، کیا متقیوں، اولیاوں، نیک، صلحاء کے ساتھ بیٹھتا ہے یا دوسرے (گمراہ) لوگوں کے ساتھ۔ چوتھا سبب بُرے دوست۔ تو "**اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ**" میں جیسے ہم اللہ جلّ جلالہٗ سے مدد مانگتے ہیں، اسی طرح اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ اس بات کا وعدہ بھی کرتے ہیں کہ کہیں بھی ہم اپنے نفس کی متابعت نہیں کریں گے،

شیطان کی بات نہیں ماننے گے، بد ماحول سے خود کو محفوظ کریں گے، اور بے کار (گمراہ) دوستوں سے خود کو محفوظ کریں گے، ان کے ساتھ بیٹھنے سے خود کو محفوظ کریں گے۔

اے اللہ جلّ جلالہٗ ! **اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ** ؕ اے اللہ جلّ جلالہٗ ہماری مدد فرمادیں، اپنے نفس کے مقابل میں، یا اللہ جلّ جلالہٗ شیطان کے مقابل میں، یا اللہ جلّ جلالہٗ بد ماحول کے مقابل میں، یا اللہ جلّ جلالہٗ بے کار، گمراہ، فاسقوں، فاجروں، بدکردار دوستوں کے ماحول سے یا اللہ جلّ جلالہٗ ان کی دوستی سے مجھے محفوظ کردیں۔

حضرت زازانؒ پر ماحول کا اثر:

ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا قصہ بیان کرتا ہوں۔(ماحول اور دوستی کا ایک عجیب نمومہ ذکر کرتا ہوں جب اچھا دوست مل جائے، اچھی صحبت اور مجلس آپ کو مل جائے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آپ کا نفس امارۃ بالسوء سے بدل کر نفس لوامہ اور پھر نفس مطمئنہ بن جاتا ہے، پھر شیطان بھی تنگ نہیں کر سکتا۔)

زازانؒ ایک بڑے محدث، ایک بڑا علم اللہ جلّ جلالہٗ نے انہیں دیا تھا، یہ ابتدا میں گانے گاتے تھے، گلوکار تھے، ایک پیغمبر علیہ السلام کا صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ رستے سے گزر رہے تھے اور یہ زازانؒ گانے گا رہا

تھا اور بہت پیاری سُریلی آواز اللہ جلّ جلالہٗ نے انہیں دی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب ان کی آواز سنی تو افسوس کیا، کہا ہائے ہائے افسوس !کے اس پیاری آواز، سُریلی آواز اور حسین و جمیل آواز سے اللہ جلّ جلالہٗ کی خوبصورت کتاب کی تلاوت کی ہوتی۔" گفتہ او گفتہ اللہ بود، گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود"۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ بات نکلی اور یہ بات زازانؒ نے سن لی، اس کے کانوں میں پونچ گئی۔ اس نے پوچھ لیا کہ "من ھذا " یہ شخص کون ہے، ساتھ بیٹھے لوگوں نے کہا "ھذا صاحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم " یہ پیغمبر علیہ السلام کا مبارک صحابی ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

زازان کا نفس امارۃ بالسوء بدل گیا ، شیطان مغلوب ہو گیا، ماحول بدل گیا، دوستوں کی نفرت ،بد ماحول کی نفرت پیدا ہو گئی، زازانؒ اُٹھا بھاگا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں گر گیا، (سبحان اللہ اچھی اور بہتریں مجلس کا اتنا اثر ہوتا کہ صرف ایک سیکنڈ میں صحبت حاصل ہو گئی آواز کی ذریعہ سے) زازانؒ آ گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں گر گیا کہ میں توبہ کرتا ہوں، مجھے توبہ کا طریقہ سکھا دو، میں اللہ کے ساتھ محبت کرنا چاہتا ہوں، اللہ کا عاشق بننا چاہتا ہوں، شیطان کو چھوڑتا ہوں، نفس کو چھوڑتا

ہوں، بُرا ماحول چھوڑ تا ہوں، بُرے دوست چھوڑ تا ہوں۔ اللہ والا بننا چاہتا ہوں مجھے توبہ سکھادو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے توبہ کا طریقہ سکھا دیا، حضرت زازانؒ نے توبہ کرلی، اور چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا دوستوں نے سوال کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہیں اگر زازان روتا ہے تو وہ تو گناہ گار ہے، مجرم ہے، خطا کار ہے آپ رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہیں، تو جواب دیا کہ میں تو اللہ جلّ جلالہٗ کی مہربانی کو، اللہ جلّ جلالہٗ کے رحم کو سوچ کر حیران ہوں کہ ایک سیکنڈ توبہ سے پہلے یہ اللہ کا دشمن تھا، اللہ کے قہر کے مستحق تھا اور توبہ کے ایک سیکنڈ بعد یہ اللہ کا محبوب، اللہ کا دوست، مستحق جنت، شیطان سے بیزار اور اللہ کا محبوب "التائب کان حبیب اللہ" جو اللہ سے توبہ کرلے وہ اللہ کا دوست ہے۔

فلھذا انسان کی اصلاح کیلئے بہترین ماحول، بہترین مجلس بہت مُؤثر ہوتی ہے اس کیلئے کوشش کرنی چاہئے ۔

خلاصہ کلام:

انسان کی بد اخلاقی کیلئے ، جب انسان بد اخلاق ہو جاتا ہے ، اللہ جلّ

جلالہٗ اور اس کے پیارے پیغمبر ﷺ کے رستے سے گمراہ ہوتا ہے اس کیلئے چار اسباب ہوتے ہیں۔

اول تو انسان کی خواہشاتِ نفسانیہ، خواہش نفسی، جو نفس آپ کو کہہ دے، جو دل آپ کو کہہ دے وہ کرتے ہیں چاہے وہ قرآن وسنت کے مخالف ہو یا برابر ہو۔ بجائے اس کے کہ اللہ جلّ جلالہٗ آپ کا معبود بن جائے اور پیغمبر علیہ السلام کی رسالت اور ان کی پیغمبری کے مطابق آپ کی زندگی گزر جائے، بجائے اس کے اپنی خواہشات کو معبود بنا لیتے ہیں، اپنی خواہشات کا بندہ بن جاتے ہیں۔ انسان پھر بد اخلاق ہو جاتا ہے۔

دوم انسان کا ایک دشمن ہے جس کو شیطان کہتے ہیں۔ ہمیشہ شیطان کی باتیں ماننا، شیطان کے راستے پر چلنے سے وہ خوش ہوتا ہے۔

سوم انسان کی گمراہی کیلئے سبب ماحول ہے اگر ایک اچھا ماحول، دین دار ماحول ، اللہ جلّ جلالہٗ کسی کو دے دے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ماحول انسان کے اخلاق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اچھا ماحول مل جائے تو اللہ جلّ جلالہٗ اس انسان کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا ہے، ہدایت کے راستے اس کیلئے کُھل جاتے ہیں۔ اور اگر بد ماحول ہو، بے کار ماحول ہو، ناکارہ ماحول ہو اس کا بھی اپنا اثر ہوتا ہے۔ تو انسان کی بد اخلاقی کا تیسرا سبب ماحول ہے۔

چہارم بے دینی، فسق و فجور کیلئے، انسان کی بد اخلاقی کیلئے اور اللہ جلّ جلالہٗ کے راستے سے گمراہی کیلئے سبب دوست ہیں۔ رفیق، آپ کی زندگی کا

دوست۔ اگر اللہ جلّ جلالہٗ نے آپ کو ایک دین دار، متقی اور پرہیز گار رفیق اور دوست دے دے تو خواہ مخواہ آپ اس سے اثر لیں گیں۔ آپ کی زندگی میں انقلاب آجائے گا۔ اس کے ساتھ آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہو تو خود بخود اس کی طرح بن جائیں گے۔ یہ چار اسباب بے دینی اور فسق و فجور کیلئے کارفرما ہیں۔

خراب ماحول کا شکوہ:

ایک شخص سوال کرتا ہے، دل میں اعتراض آتا ہے کہ اس وقت اور اس زمانے میں متقی بننا، دین دار اور نیکو کار بننا مشکل ہے اور بہت سخت ہے۔ ماحول خراب ہے، ہر طرف گناہ ہے، اگر بازار جاؤ تو گناہ ہے، دفتر جاؤ تو گناہ ہے، اگر کسی مجمع سے ملو تو گناہ ہے بلکہ گناہوں کا ایک سیلاب ہے۔ حلال کی تمیز نہیں ہے، حرام کی تمیز نہیں ہے۔ جس کو جتنا موقع ملتا ہے اور جتنی طاقت ہے پیسہ جمع کر رہا ہے، چاہے وہ حلال طریقے سے ہو یا حرام ۔ ہر طرف جو معصیت ہے، ہر طرف گناہ ہے اور ہر طرف اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے پیارے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات ٹوٹتی ہیں۔یہی مسلمان اور یہی مومن، ہر مکان میں، ہر مقام اور ہر زمان میں اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر ﷺ کو خفا کر رہاہے۔ ایسا ایک بدترین ماحول ہے، بے کار اور ناکارہ ماحول میں میرے لیے متقی بننا بہت مشکل ہے، سوال آتا ہے نا!۔

اکثر کسی کو کہو کے شریعت کی پابندی کرو، تھوڑی سنت کی پابندی کرو، زندگی کو قرآن پاک اور پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات کا نمونہ بناؤ۔ تو جواب ملتا ہے کہ جی اس ماحول میں تو بہت مشکل ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کے ماحول بہت خراب ہے۔ لیکن اس کا حل ہے اور بہت بہترین حل ہے، یہ حل میں نے نہیں بنایا، نا ہی کسی عالم نے بنایا ہے۔ وہ بہترین حل اس مشکل کا حل، اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے پیارے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات ہم کو اس مشکل (ماحول) میں پھنسنے سے بچنے کا حل بتاتی ہیں۔

شکوہ ماحول کا حل:

حضرت ڈاکٹر عبدالحیی یہ حضرت تھانوی کے خلیفہ اجل ہیں، بہت بڑی (بزرگ) شخصیت تھے، وہ کہتے ہیں کہ اس مسئلے کا حل تصورِ آخرت ہے۔ فکر آخرت ہے۔ کیسے! سوچیے کہ قیامت کا دن ہے، تمام انسان اولین و آخرین، انبیاء اور ان کی امتیں تمام اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑے ہیں (حاضر ہیں) اور اللہ جلّ جلالہٗ ایک گناہ گار انسان سے یہ سوال کر رہا ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ روزِ قیامت میں ہمارے ساتھ ذرے ذرے کا حساب کرے گا، علم کا سوال کرے گا، مال کا سوال کرے گا، حسین و جمیل اور صحت مند جوانی کا سوال کرے گا، آپ نے جوانی کی طاقتیں کتنی دین میں لگائی ہیں، کتنی میری (اللہ جلّ جلالہٗ کی) اطاعت میں لگائی ہیں اور کتنی میری اور میرے پیارے پیغمبر ﷺ کی مخالفت میں صرف کی ہیں۔ یہ سوال و

جواب اور یہ حساب قیامت میں ہو گا اور ہمارا اس پر ایمان ہے، سو فیصد (100٪) یقین ہے۔

قیامت کا دن ہے، میدانِ حشر ہے اور ہم آپ بے کس و بے بس رب العالمین جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑے ہیں۔ تو اللہ جلّ جلالہٗ انسان سے سوال کر رہا ہے۔ کہ فلاں گناہ کیوں کیا تھا کیوں آپ کو پتا نہیں تھا کہ یہ گناہ ہے، آپ کو علماء نے ممبر پر نہیں کہا تھا، آپ مسلمان نہیں تھے، آپ اس کے مکلف (ذمہ دار) نہیں تھے کہ قرآن و سنت کا علم حاصل کیا ہوتا یہ گناہ کیوں کیا تھا، فلاں گناہ کیوں کیا تھا۔ حرام کیوں کھایا تھا، جھوٹ کیوں بولا تھا، رشوت کیوں لی تھی، مسلمان کی عزت اور اس کی ناموس پر زیادتی کیوں کی تھی یہ سوال ہم سے اللہ جلّ جلالہٗ ہم سے کرے گا۔

ہم بطورِ مثال اس وقت کہیں گے کہ ائے اللہ ماحول بہت خراب تھا، گناہوں، آپ اور آپ کے پیغمبر ﷺ کی مخالفت کے سیلاب جاری تھے۔ نوجوان خراب تھے، بوڑھے خراب تھے، عورتیں خراب تھیں،(بازار جاؤ تو بازار میں عورتوں کا ایک سیلاب ہوتا ہے، عورتیں تو گھر کی زینت ہیں یہ گھر کی خوبصورتی ہے یہ بازار کی خوبصورتی نہیں ہے) مرد و زن کا میل جول تھا، حالات بہت خراب تھے۔ یک تنہا میرے لئے مشکل تھا کہ میں نے آپ کی

بندگی کی ہوتی۔ آپ کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہوتی، اللہ جلّ جلالہٗ یہ مشکل تھا۔

مشکلات میں انسان کی طبیعت اور فطرت:

انسان کی طبیعت یہ ہے، انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب بھی کسی مشکل میں پھنس جائے دنیا میں، جس قسم کی مشکل ہو، تو اس مشکل سے نکلنے کیلئے انسان کی طبیعت اور فطرت یہ ہے کہ وہ طاقتور کیلئے بھاگتا ہے۔ تب اللہ جلّ جلالہٗ کہے گا کہ ٹھیک ہے میں یہ سب مانتا ہوں میں عالم ذات ہوں میں خبیر ذات ہوں یہ مجھے پتا ہے لیکن میرے قرآن عظیم و شان کی تعلیمات میں رہنمائی یہ تھی کہ جب بھی گناہوں کے سلاب میں، ماحول اور بدی کے سیلاب میں پھنس جاؤ تو ائے پیغمبر ﷺ کے اُمتی میری طرف بھاگو" اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ " اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور آپ ہر نماز میں اور ہر رکعت میں اعلان کرتے تھے " اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ [ا فاتحہ ۴]

"ائے اللہ جلّ جلالہٗ ہم آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں، ائے اللہ خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں۔ زبان سے تو کہتے ہیں کہ آپ سے مدد مانگتے ہیں لیکن عملی مظاہرہ نہیں کیا تو آپ لوگ کہو (سوچو) کہ ہمارے پاس اللہ جلّ جلالہٗ کے اس سوال کا کوئی جواب ہے کہ نہیں ہے۔

انسان کی اصلاح کیلئے ضروری باتیں:

انسان کی اصلاح کیلئے دو باتیں ضروری ہیں، ایک اللہ جلّ جلالہٗ سے دعا مانگنا اور دوسری اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرنا۔

ا۔ دعا:

اللہ جلّ جلالہٗ سے یہ دعا کریں کے ائے اللہ! یارب العالمین جلّ جلالہٗ میرے جسم کے تمام اندام آپ نے پیدا کئے ہیں، میرا دل آپ نے پیدا کیا ہے اور میں اپنے اندام کا مالک نہیں ہوں یہ آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں آپ ان پر قادر ہیں" اھدنا سواء السبیل" ائے اللہ جلّ جلالہٗ مجھے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیں، مجھے صراطِ مستقیم کی طرف متوجہ کر دیں، صراطِ مستقیم پر چلنے کی مجھے توفیق دے دیں، دستگیری فرمادیں ائے اللہ جلّ جلالہٗ۔

۲۔ بقدر قوت کوشش:

دوم عملی طور سے کوشش کرنا۔ ایک گناہ میں مُبتلا ہو، تو دعا بھی کرو گے بہت عاجزی کے ساتھ بہت نیاز کے ساتھ، رؤے گے ایک بار نہیں بار بار رؤے گے اگر رونا نہیں آتا، انکھوں سے انسو نہیں نکلتے تو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ پھر رونے والی شکل بنالو۔ تا کہ اللہ جلّ جلالہٗ کی رحمت آپ کے طرف متوجہ ہو جائے، تو دعا کرو گے۔ ائے اللہ جلّ جلالہٗ میں فلانے گناہ میں مبتلا ہوں، یا اللہ

جلّ جلالہٗ فلاں جرم مجھ سے ہو جاتا ہے ماحول خراب ہے، میرے دوست خراب ہیں تو عملی طور سے یہ دعا کروگے اور اپنی خواہش کی متابعت چھوڑو گے۔

کیونکہ خواہش کی متابعت انسان کے اختیار میں ہے کہ بے اختیار ہے۔ ظاہر ہے اختیار میں ہے، کیونکہ پولیس تو پیچھے نہیں آئی کہ خواہ مخواہ آپ اپنی خواہش پوری کروگے، نہ ہی کسی اور نے مجبور کیا ہے کہ بندوق آپ پر پکڑی ہو کہ خواہ مخواہ گناہ کروگے، اور نہ ہی شیطان نے آپ پر بندوق پکڑی ہے۔ تو پھر عملی طور سے اپنی خواہشات کی مخالفت کروگے۔ شیطان کی بات نہیں مانوگے اور جو گندہ ماحول ہو اُسے چھوڑوگے۔ ایسے نا ہو کہ یہاں دعایں کر رہے ہو اور وہاں گندے ماحول میں صبح بھی بیٹھے ہو، شام کو بھی بیٹھے ہو۔ آپ کے جو ناکارہ دوست ہیں ان کی دوستی بھی چھوڑوگے۔

بس اصلاح کی یہ دو باتیں ہیں۔ دعا بھی کروگے، فرماتے ہیں کے عجز و نیاز کے ساتھ دعا کروگے ، عجز کے ساتھ دعا کروگے، انسان کے انسو جب انکھوں سے نکلتے ہیں تو یہ اللہ جلّ جلالہٗ کو بہت پسند ہیں، بہت اسے خوشی ہوتی ہے۔ فرشتوں کی مجلس میں اللہ جلّ جلالہٗ اس انسان پر فخر کرتا ہے۔ کہ دیکھو یہ انسان یہ کیسے میرے ڈر سے رو رہا ہے، میری محبت اور میرے عشق کی وجہ سے انسو آرہے ہیں۔ اور فرشتوں کو کہتا ہے کہ دیکھو آپ کہتے تھے کہ یہ انسان زمین پر فساد کرے گا خون خرابہ کرے گا۔ دیکھو کیسے میری محبت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

دعا سے غافل مسلمان:

دعا بہت بڑی چیز ہے، بہترین ہتھیار ہے۔ اس وقت میں مسلمان دعا سے غافل ہیں۔ اولاد والدین کی نافرمان ہو تو ان کیلئے بد دعا کرتے ہیں کہ اللہ تمھیں برباد کرے، اللہ تمھیں ایسا کرے، ویسا کرے۔ تو ائے سادہ (والدین) ان کیلئے دعا کرلیں۔ والدین کی دعا اولاد کیلئے بہترین ہتھیار ہے۔ والدین کافر ہی ہوں تب بھی ان کا اولاد پر حق ہے اگر والدین گناہ گار ہی ہوں تب بھی اللہ جلّ جلالہٗ ان کی دعا اولاد کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ تو بڑے اپنے چھوٹوں کیلئے دعا کریں۔ بد دعا نہ کریں ہمیشہ کیلئے نیکی کی دعا کریں اور ایک بار نہیں بار بار دعا کریں۔ دعا بڑا ہتھیار ہے۔ اور دوسرا اصلاح کا ذریعہ اور سبب اپنی کوشش استعمال کریں ہر گناہ جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے کوئی مجبور نہیں کرتا علماء فرماتے ہیں ہر اختیاری چیز کی ضد (منفی) اختیاری ہے۔ جو کام آپ اختیار سے کرتے ہو اس کو چھوڑنا بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ البتہ تھوڑی مشکل ہو گی، کچھ وقت تکلیف ہو گی پھر ختم ہو جائے گی۔

دعا اور کوشش کی ظاہری برکات:

ہمارے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم عالیہ کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، دعا اور کوشش کے متعلق عجیب واقعہ ذکر کیا ہے بہت بہترین وہ فرماتے ہیں تقریباً پچیس (25) سال پہلے،

اس واقعے کو غور سے مطالعہ کریں، علماء وصلحاء کے ساتھ بیٹھیں دین کے باب میں مشکل آتیں ہیں تو پھر علماء کی طرف، نیک لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے ذہن پاک ہوتے ہیں تو اللہ جلّ جلالہٗ ان کے ذہنوں میں آپ کی اصلاح کیلئے کوئی مضمون القا (الہام) کر دیتا ہے، آپ کیلئے ان کے ذہن میں بہترین بات اللہ جلّ جلالہٗ ڈال دیتا ہے ۔

حضرت فرماتے ہیں تقریباً پچیس (25) سال پہلے، جرمنی سے مجھے ایک خط آیا، ایک پاکستانی جرمنی گیا تھا دنیاوی معاش کی تلاش میں اور اس کا نام عبد الطیف تھا۔ کہتے ہیں مجھے خط میں لکھا کہ میں پاکستان سے جرمنی آیا تھا معاش اور مال کے حصول کیلئے اور یہاں (جرمنی) ایک کمپنی میں مجھے ملازمت مل گئی، ملازمت میں کر رہا تھا اور وہاں کمپنی میں ایک عسائی عورت بھی ملازم تھی، میرے اس کے ساتھ تعلقات بن گئے، اور وہ تعلقات بڑھتے بڑھتے میں نے نکاح کر لیا عسائی کے ساتھ۔ زندگی گزرتی رہی اور ہماری اولاد ہو گئی اور ہمارے بچے اس قابل ہو گئے کے ان کو تعلیم دی جائے۔ چونکہ میری بیوی کا عسائی مذہب سے تعلق تھا، تو اس نے چاہا کہ ہماری اولاد عسائی سکول میں، یا عسائی کالج میں جو عسائی تعلیم گاہ تھی اس میں عسائیت کی تعلیم حاصل کرے ۔

کہتے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ کی شان تھی کہ یہ مسلمان عبد الطیف کہتا ہے کے میری مسلمانی کی رگ نے جوش پکڑا اور بیدار ہو گئی۔ میں نے اسے کہا نہ نہ نہ یہ میرے بچے ہیں اور میرا دین اسلام حق دین ہے ان کو آپ عسائی نہیں بناؤ

گی یہ میرے بچے ہیں یہ مسلمان بنے گیں۔ کہتے ہیں اس نے مجھے کہا کہ اگر آپ کے بچے ہیں تو یہ میرے بچے بھی ہیں اور ہمارا عسائی دین بھی بر حق دین ہے، میں نے کہا نہیں نہیں اسلام بر حق دین ہے، کہتے ہیں اس دین کے متعلق، دین کے حوالے سے ہماری بحث شروع ہو گئی۔ لیکن بیوی کو عسائی مذہب میں کافی مہارت ہے اور میں اپنے اسلام سے بہت ناواقف ہوں۔ ہر وقت وہ مجھ سے میدان جیت جاتی ہے۔ کہا کہ میں بہت پریشان ہوں جب میں ناکام ہو گیا تو تھوڑا میں نمازی بن گیا ہوں (پریشانی کی وجہ سے) پہلے تو میں نماز کو پہچانتا بھی نہیں تھا برائے نام مسلمان تھا۔

اس کے بعد تقی صاحب فرماتے ہیں کے اس شخص کا خط مجھے آیا اور خط میں یہ حال اس نے مجھے لکھا، تقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جلّ جلالہٗ سے سوال کیا اۓ اللہ جلّ جلالہٗ یہ ہمارا ایک مسلمان ہے، دین اسلام حق ہے اور ایک عسائی مذہب والے اس پر غالب آرہے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ میرے دل میں اس مسئلہ کے حل کیلئے کوئی صحیح صورت ڈال دیں۔(دعا ہے نہ) کہتے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ نے میرے ذہن میں یہ بات ڈال دی۔

تقی عثمانی صاحب کی ایک کتاب ہے "عسائیت کیا ہے، What is Christianity" کہتے ہیں میں نے اسے کہا میری ایک کتاب ہے عسائیت کیا ہے یہ لے لو میں آپ کیلئے بھیجتا ہوں اور ایک کام یہ اپنی بیوی کو کہو کہ اس

کتاب کا مطالعہ کرو جب تک آپ کو پتا نا چل جائے کہ عسایئت مذہب حق ہے یا مذہب اسلام حق ہے۔ اور دوسرا کام یہ کے اپنی بیوی کو کہو کہ آپ بھی یہ دعا کرو کہ اگر اسلام حق ہے تو اسلام کی حقانیت مجھے ظاہر ہو جائے یا عسائیت مذہب حق ہے تو اس کی حقانیت مجھے ظاہر ہو جائے اور میں بھی دعا کروں گا۔

کہتے ہیں میرا خط عبد اللطیف پاکستانی کو مل گیا۔ کچھ عرصے بعد مجھے اس کا دوسرا خط آگیا کہ آپ کے اس نسخہ پر ہم نے عمل کیا پہلے تو میری بیوی نہیں مانتی تھی کہ کتاب کا مطالعہ کرے خیر آخر میری بیوی اس پر تیار ہو گئی کہ کتاب کا مطالعہ کرے اور اس پر بھی تیار ہو گئی کہ میں بھی دعا کروں گی اور آپ بھی دعا کرو کہ جو مذہب حق ہے اس کی حقانیت ظاہر ہو جائے۔ لیکن وقت گزرتا رہا اور میری بیوی میں کوئی تاثیر معلوم نہیں ہو رہی، کچھ پتا نہیں چل رہا۔

تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کہتے ہیں میں نے اسے دوسرا خط لکھا کہ نا اُمید مت ہو بس یہ مطالعہ شروع کرلے اور آپ دعا کو زیادہ کرلو اور اُسے بھی کہو کہ آپ بدستور دعا کرتی رہو۔ تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں یہاں میں نے بھی رب العالمین جلّ جلالہٗ سے سوال شروع کر دیا یا اللہ یہ مذہب اسلام اور مذہب عسائیت کا مقابلہ ہے ، ان کی مدد فرما دیں۔

کہتے ہیں کچھ وقت گزر گیا عبد اللطیف پاکستانی کا جرمنی سے خط آگیا، جب میں نے خط کھولا اس پر لکھا تھا کہ آپ نے اسلام، اللہ اور پیغمبر

علیہ السلام کی حقانیت دلیل کے ساتھ سمجھی ہو گی اور میں نے اسلام کی حقانیت اپنی انکھوں سے دیکھ لی اور واقعہ لکھا تھا کہ ایک دن ایسا ہوا کہ میں اور میری بیوی، کسی کام سے یونیورسٹی جا رہے تھے اور جب یونیورسٹی میں وہ کام مکمل ہو گیا تو واپسی میں، ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ میری بیوی نے گاڈی روڈ کے ایک سائیڈ پر کھڑی کر دی اور جب گاڈی رک گئی تو اپنا سر سٹیرنگ (stayring) پر رکھ کر چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا اور بہت سخت روئی، لکھا کہ میں ڈر گیا کہ پتا نہیں ہیرٹ اٹیک(Heart attack) ہو گیا ہے کیا کہ کیا ہوا، تو میں نے اسے کہا کیوں رو رہی ہو کیا ہوا، لکھا کہ وہ اتنی زیادہ روئی کہ انکھوں سے اتنے انسوں نکلے کہ اسے ہوش بھی نہیں تھا کہ مجھے جواب دیتی۔

آخر مجھے کہا کہ مجھے مسلمان کرو، لکھا کہ میں اتنا خوش ہوا اور میری خوشی کا پتا اسے لگے گا جو میری طرح غم گین ہو، اور فوراً میں نے گاڑی سنبھال لی اور اسلامک سنٹر چلا گیا وہاں ایک عالم بیٹھا تھا اس کو میں نے کہا میری بیوی مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ اس نے اسے اسلام بتایا، شریعت کے ضروری ضروری احکام بتائے ۔ اور مجھے خط میں لکھا کہ یہ پہلا دن ہے، رمضان کی پہلی شب ہے اور کل پہلا روزہ ہو گا اور یہ میری اور میری بیوی کی پہلی سحری ہے اور آپ کو خط لکھ رہے ہیں اور اپنے اسلام اور اپنی دین داری

اور اپنے تقویٰ کی بشارت آپ کو دے رہے ہیں ہم دونوں سحری کر رہے ہیں صبح روزہ رکھیں گے۔

دعا اور عملی طور سے اصلاح کیلئے کوشش، اور اس وقت میں مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ نہ اپنی اصلاح کیلئے دعا کرتے ہیں، کہ رب العالمین جلّ جلالہٗ کے دربار میں روتے اور نہ ہی بد اعمالی کو چھوڑنے کیلئے کسی قسم کی کوشش کرتے ہیں۔ (اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں عمل کی توفیق عطا کرے اور اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں صحیح مانوں میں دعا گو بنا دے آمین)

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا تقریر میں یہ بات ہوئی کہ جب ہم " اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ " کہہ دیں،" الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ " کہہ دیں،" مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ " کہہ دیں۔ تو ہمارے ساتھ یہ فکر اور یہ سوچ پیدا ہو جائے اور یہ ایمان اور یقین بن جائے کہ قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے ساتھ ذرے ذرے کا حساب کرے گا، علم کا حساب کرے گا، مال کا حساب کرے گا، جوانی کا حساب کرے گا اس عمر کا حساب اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے ساتھ کرے گا۔ کیونکہ یہ تمام اللہ جلّ جلالہٗ کی امانتیں ہیں اور اللہ جلّ جلالہٗ مالک ہے اور مالک کا یہ حق ہوتا ہے کے اپنی امانت کی خبر لے۔

جب قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے ساتھ ذرے ذرے کا حساب کرے گا اور ہمیں سزا و جزا بھی دے گا یا تو جنت کے زریعے (اللہ جلّ

جلالہٗ ہم سب کو جنتی بنائے آمین) اور یا پھر جہنم کے زریعے (اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں محفوظ کرے آمین) ایک مسلمان اور ایک مومن کے دل میں یہ سوال آجائے، یہ سوچ پیدا ہو جائے کہ میں قیامت کے دن اللہ جلّ جلالہٗ کے دربار میں، میرے ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ ذرے ذرے کا حساب کرے گا تو پھر میں کیسے کامیاب ہونگا ؟، اور کیسے اللہ جلّ جلالہٗ کے دربار میں سرخرو ہونگا ؟

اس دنیا میں جتنی میری زندگی ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے، کونسا کام کروں کہ اس کے کرنے سے میں قیامت کے دن حساب و کتاب میں کامیاب ہو جاؤں اور اللہ جلّ جلالہٗ کے دربار میں سُرخرو ہو جاؤں۔ انسان کی عقل ناقص ہے، اللہ جلّ جلالہٗ نے اس دنیا میں کامیابی اور آخرت میں کامیابی کی تعلیم خود دی ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں ارشاد فرماتے ہیں، آپ لوگ ایک اقرار کرلیں اور یہ بات عمل میں لے آئیں" **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** " اس بات کا آپ لوگ اقرار بھی کریں اور عمل میں لے آئیں کہ ائے اللہ ہم خاص آپ کی عبادت کرتے ہیں، بس اس دنیا میں رب العالمین جلّ جلالہٗ کی عبادت کرنا آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، اللہ جلّ جلالہٗ کی بندگی کرنا، اللہ جلّ جلالہٗ کے دربار (آخرت) میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کامیاب بلکہ کامیاب ترین انسان کی زندگی وہ ہے جو اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت میں لگ (گزر) جائے۔

دوسری بات یہ کہ انسان، مومن اور مسلمان کہے میں اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت کرتا ہوں، اللہ جلّ جلالہٗ کی بندگی کرتا ہوں، اطاعت کرتا ہوں، پیغمبر علیہ السلام مبارک کی تعلیمات پر عمل کرتا ہوں، تو مجھے اس راستے میں قسم قسم کی رکاوٹیں، مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہوگا، پھر میں ان مشکلات اور تکالیف سے نکلنے کی صلاحیت اور طاقت مجھ میں نہیں ہے، اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ پھر بھی مجھ سے مدد مانگو "**وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ**" اعلان اس کا کرلو کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ ہم خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں بلکہ ایک صحیح اطاعت، صحیح عبادت اللہ جلّ جلالہٗ آپ کی مدد کے بغیر، کہ اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو، غیر ممکن ہے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ تو اس آیت مبارکہ میں ایک پہلو تھا، خلاصہ (اس پہلو) یہ ہے، اے امتی پیغمبر علیہ السلام، اے مسلمان مومن آپ تو اس کا اقرار کرتے ہو" اِيَّاكَ نَعْبُدُ "لیکن اس اقرار کے ساتھ ساتھ یہ اقرار بھی کرلو کہ اے اللہ! ہم خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں، آپ سے عبادات میں توفیق مانگتے ہیں، تو کتنے اقرار ہوئے؟ دو! اقرارِ عبادت اور اقرارِ دعا سے اللہ جلّ جلالہٗ کی مدد۔

تمام انسانوں میں بزرگ شخصیت، بزرگ ہستی وہ ذات بابرکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ بھی دعا کرتے ہیں "اللهم انی اسئلك تمام الوضوء

وتمام الصلوۃ وتمام مغفرۃ وتمام رضوانك " اے اللہ جلّ جلالہٗ میں آپ سے سوال کرتا ہوں مکمل وضو وہ وضو جو آپ مجھ سے چاہتے ہیں، پیغمبر علیہ السلام، سوال کرتے ہیں صحیح وضو کا اور تمام الصلوۃ اے اللہ جلّ جلالہٗ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کامل، پوری نماز کا جس نماز پر آپ راضی ہوتے ہوں۔ فلھذا میں آپ سے اس کا سوال کرتا ہوں۔ وتمام مغفرۃ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اسباب مغفرت عطا کر دیں۔ پیغمبر علیہ السلام، بلکہ تمام انبیاء علیہ السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد میں بھی پھر بھی پیغمبر علیہ السلام مبارک فرماتے ہیں اے اللہ جلّ جلالہٗ میں آپ سے مکمل مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔ وتمام رضوانک اے اللہ جلّ جلالہٗ میں آپ سے سوال کرتا ہوں میری زندگی آپ اپنی رضا کے برابر بنا دیں۔ تو پیغمبر علیہ السلام مبارک عبادات میں، اللہ سے سوال کرتا ہے اور مدد مانگتا ہے پھر ہم آپ کیوں نہ مانگے؟ ضرور مانگے گیں۔

ان آیات مبارکہ میں دوسری تعلیم "**اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** ؕ " میں یہ ہے۔ پہلے اللہ جلّ جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾ [ا فاتحہ ۱–۳] رب العالمین جلّ جلالہٗ کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے (متوجہ ہو جائیں) کیونکہ رب العالمین کا

معنی "تمام عالمین کا پروردگار، تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔ اللہ جلّ جلالہٗ پروردیگار اور رب، انسانوں کے عالم کا بھی ہے، جنات کے عالم کا بھی ہے، جانوروں کے عالم کا بھی ہے، اس دنیا میں جتنے عالم ہیں ان تمام کا پروردگار اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔ تو رب العالمین کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ آخرت کا مالک ہے اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ان دونوں صفات کا تعلق دنیا کے ساتھ بھی ہے اور آخرت کے ساتھ بھی۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس بات کی تعلیم دے رہا ہے، اس طرف ہمیں متوجہ کر رہا ہے ان آیات مبارکہ میں کہ دنیا کی جتنی مشکلات ہیں ان میں مجھ سے مدد مانگو، اور جتنی آخرت کی مشکلات ہیں، تکالیف ہیں مجھ سے مدد مانگو، کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ یہ آیات مبارکہ بڑی عجیب شان کے ساتھ فرماتے ہیں "**اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ**" اے اللہ جلّ جلالہٗ ہم خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں، کس چیز میں مدد مانگتے ہیں؟ اللہ نے یہ ذکر نہیں کیا۔ خیر یہ عربی کی گرامر کا علم ہے کے مفعول ذکر نہیں ہوا اشارہ اس میں ہے، لیکن آپ (عوام) اس پر نہیں سمجھے گیں۔ لیکن مطلب یہ ہے اللہ جلّ جلالہٗ کہتا ہے "**اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ**" آپ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہوں کے خاص مجھ سے مدد مانگو۔ کس چیز میں؟ اس کا تعین اللہ جلّ جلالہٗ نے نہیں کیا !۔

اللہ جلّ جلالہٗ کہتا ہے جس چیز میں بھی مجھ سے مدد مانگو تو میری مدد آپ کے ساتھ شامل حال ہوگی۔ چاہے دنیا کی مشکلات ہوں یا آخرت کی مشکلات ہوں مجھ سے مدد مانگو۔ چاہے عبادات میں ہو مجھ سے مدد مانگو یا دنیا کے کام ہوں مجھ سے مدد مانگو "**اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** ؕ " اللہ جلّ جلالہٗ اس آیات مبارکہ میں ہمیں اس طرف متوجہ کررہا ہے کہ ائے پیغمبر ﷺ کے امتی، ائے میرے بندے آپ میرے دربار میں ایک سوالی بن جاؤ، ایک سوال گر بن جاؤ، ہر وقت، ہر زمانے میں جو وقت ہو، مجھ سے سوال کرو، مجھ سے زاری کرو۔

خالق اور مخلوق سے مدد میں فرق:

دیکھیں ایک تو خالق سے مدد مانگنا ہے اور دوسرا مخلوق سے مانگنا ہے ان میں فرق ہے۔ دنیا میں کوئی بہت مالدار انسان ہو، ارب پتی ہو، کڑوڑ پتی ہو بہت مالدار انسان ہو اگر آپ اس سے ایک بار مانگو تو شاید دے دیگا، دوسری بار مانگو تو شاید پھر دے دیگا، تیسری بار مانگنے پر کہے گا کہ آپ نے کیا طریقہ بنایا ہوا ہے کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو، تمہاری ضرورت تو پوری ہی نہیں ہوتی۔ شاید کچھ دکھے بھی آپ کو دے، اپنے دروازے سے بھگائے گا۔

دیکھیں مخلوق سے مانگنا، مخلوق کے بیچ نفرت کا ذریعہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کو ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک ایسا عمل بتا دیں کے اس عمل کے زریعے لوگ مجھ سے محبت کریں اور میں معاشرے کا ایک عزت مند شخص بن جاؤں، نبی علیہ السلام نے اس کو کہا کہ کسی سے سوال مت کرو، کسی سے کچھ مت مانگو۔ بہر تقدیر دنیا میں جب مخلوق سے مانگے گیں تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے تعلق ختم ہوتا ہے، نفرت آتی ہے، جوڑ نہیں بنتا بلکہ توڑ بنتی ہے۔

اگر خالق سے مانگیں، اللہ جلّ جلالہٗ سے جب مانگیں، تو جتنا زیادہ مانگیں گیں اتنا زیادہ اللہ جلّ جلالہٗ خوش ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ اللہ کیلئے زاری کروگے، اللہ سے مدد مانگو گے ہر حالت میں اللہ جلّ جلالہٗ خوش ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ جلّ جلالہٗ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ بہت مانگنے سے اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ حدیث مبارک میں حضور ﷺ فرماتے ہیں "من لم یسئل اللہ یغضب علیہ " جو اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ جلّ جلالہٗ سے اپنی حاجات پوری نہیں کرواتا یغضب علیہ اللہ جلّ جلالہٗ اس پر غصہ ہوتے ہیں اور جتنا اللہ سے زیادہ مانگو اتنا زیادہ اللہ کے ساتھ تعلق پیدا ہو گا۔ اور جتنا اللہ سے زیادہ مانگو گے اتنی زیادہ اللہ کے ساتھ آپ کی محبت

پیدا ہو گی۔ بلکہ اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے بندہ اعمال میں پسندیدہ عمل، اللہ سے سوال اور زاری کرنا ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگنا ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ ان آیات میں ہمیں فرماتے ہیں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ۝[ا فاتحہ–۴] " ہمیشہ مجھ سے مانگو۔ حدیث مبارک میں آتا ہے نبی مبارک ﷺ فرماتے ہیں کہیں آپ کے جوتے کا تسمہ ہی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگیں۔ مثلاً اۓ اللہ جلّ جلالہٗ! اس تسمہ کو ٹھیک کرنے کا انتظام کر دیں۔ بزرگ علماء و اولیا اس جگہ بہت عجیب بات لکھتے ہیں۔ جو انسان ہے، اس کی ہمیشہ کوئی نہ کوئی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے، ہر وقت میں ایک حاجت اور ضرورت ہوتی ہے، تو چاہیے کہ مسلمان اور مومن یہ ہر حاجت پورا کرنے کیلئے اللہ جلّ جلالہٗ سے سوال اور زاری کرے۔

مسجد آتے ہیں، تو دعا ! یا اللہ جلّ جلالہٗ! مجھے صحیح (اپنی حفاظت میں) مسجد لے جائیں، یا اللہ! مجھے مسجد میں صحیح (مقبول) عبادت کرنے کی توفیق عطا کر دیں۔ سفر سے جاتے ہیں، تو دعا یا اللہ جلّ جلالہٗ! میرا یہ سفر آسان بنا دیں۔ گاڑی کیلئے انتظار کر رہے ہیں تو دعا یا اللہ جلّ جلالہٗ! مجھے صحیح سواری ملا دیں۔ گاڑی میں بیٹھ جاؤ تو دعا یا اللہ جلّ جلالہٗ! مجھے اپنی منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ مانگیں اللہ پاک جلّ جلالہٗ سے ہر قدم پر، اس سے اللہ جلّ جلالہٗ خوش ہوتا ہے۔ دکان دار ہیں، دکان کیلئے جاتے ہیں تو دعا کریں یا اللہ جلّ

جلالہٗ! میں دکان کیلئے جاتا ہوں، یا اللہ جلّ جلالہٗ! حلال رزق کے سبب میرے لیے پیدا فرما دیں۔ کسی کے ساتھ جھگڑے میں مبتلا ہونے سے بچا لیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ بے جا قسموں سے مجھے محفوظ کر دیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ دھوکھے سے مجھے محفوظ کر دیں۔ مفت ہے کوئی پیسے نہیں لگتے، مفت باتیں ہیں، مفت سوال ہیں، رب العالمین سے زاری کریں اس کے محبوب بن جائیں گے۔

قرب الٰہی کا نزدیک طریقہ:

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ سے سوال کرنا، زاری کرنا اس کی وجہ سے انسان کا اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ محبت اس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ پھر اللہ جلّ جلالہٗ ہر کام پورا کر دیتا ہے، پیغمبر علیہ السلام مبارک نے اللہ جلّ جلالہٗ تک پہنچنے کا بہت نزدیکی راستہ اللہ جلّ جلالہٗ کو زاری کرنا بتایا ہے، اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگنا۔ اس وقت (آج کل) بڑا نقصان یہ ہے کہ مسلمان غافل ہیں، سخت غافل ہیں۔ نہ ہی اجتماعی سوال کرتے ہیں اور نہ انفرادی۔ بس جلدی ہے، تاجر ہے (ایک حال ہے اللہ جلّ جلالہٗ آسان فرمائے آمین)

چند مسنون دعائیں :

پیغمبر علیہ السلام مبارک ہمیں اللہ جلّ جلالہٗ سے تعلق بنانے کیلئے مختلف دعائیں سکھاتے ہیں۔

- سوتے وقت کی دعا: سونے کی تیاری ہے تو یہ دعا کریں "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (بخاری، مسلم)" زاری ہے نہ، کے آپ کا نام لے کر مرتا ہوں، نیند بھی ایک قسم کی موت ہے، اور آپ ہی کا نام لے کر اٹھتا ہوں ، زاری ہے نہ۔
- سو کر اُٹھنے کی دعا : کہا جب اٹھیں (بیدار ہوں) پھر یہ دعا کریں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (بخاری)" تمام ثناء و صفات اس کامل ذات کیلئے ہیں جس نے ایک بار پہلے موت دی پھر دوبارا زندہ کیا۔

مسجد کیلئے آتے ہیں صبح اٹھیں جب جماعت کیلئے آئیں تب،

اکثر ہمارے پڑوسی جماعت کیلئے نہیں آتے۔ صبح میں صف کو دیکھتا ہوں اللہ کی قسم بندے کا دل درد کرتا ہے۔ ہماری یہ پہلی صف بھی پوری نہیں ہوتی، یہ کتنا بڑا محلہ ہے، یہ دعا تو اس کیلئے ہے جو صبح نماز کیلئے تو آتا ہو نہ۔ ایک بات سن لیں مجھے بعض دوست کہتے ہیں کہ استاد آپ بہت اچھی

تقریر کرتے ہیں، میں کیا تقریر کروں گا میں کیا بلا ہوں، میں کہتا ہوں بالکل میں اچھی تقریر نہیں کرتا، اگر میں اچھی تقریر کرتا تو کسی پر تو اثر ہوتا نہ، یہ تو میں ایک سال سے تقریر کر رہا ہوں، میری تقریر کی وجہ سے کبھی بھی صبح ہماری مسجد پوری بھری ہوئی نہیں ہوتی۔

دینی مجلس یا کتاب سے فائدہ کیسے حاصل کریں؟:

ایک بات سن لیں جب بھی کوئی دینی کتاب مطالعہ کریں یا کسی کی تقریر سنیں تو یہ نیت مت کریں کے ہماری معلومات زیادہ ہو جائیں گیں نہیں بلکہ یہ دعا کریں کے یا اللہ میری معلومات عمل کے ساتھ زیادہ کر دیں اور عمل کی نیت سے دینی کتاب یا دینی رسالہ دیکھیں، ایک مسلمان ایک مومن عالم کی تقریر سنیں تو انشاءاللہ خواہ مخواہ آپ پر اثر ہو گا۔ کیونکہ اللہ کسی کو محروم نہیں کرتا، بعض لوگ معلومات کیلئے کہتے ہیں کہ فلانے مولانا صاحب کی تقریر میں معلومات بہت ہوتی ہیں لیکن اصل چیز عمل ہے۔ " یا ایها لذین امنو اتقوا الله یعلمکم الله " اللہ کہتا ہے آپ لوگ ایمان لے آئیں، اللہ سے ڈریں عبادات میں اور جب عبادت کریں اور متقی بن جائیں تو عملی زندگی بدل جائے گی، یعلمکم الله ، اللہ آپ کو قرآن و سنت کا علم عطا کر دے گا۔ جب تقویٰ آجائے گا تو استاد کے بغیر انشاءاللہ اللہ سکھا دے گا۔

- **مسجد میں داخل ہونے کی دعا:** پیغمبر علیہ السلام نے قدم قدم پر ہمیں دعائیں سکھائی ہیں۔ مسجد کو آؤ گے (داخل ہوگے) کیا دعا کہو گے۔
"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ(مشکوٰۃ)"
- **مسجد سے نکلیں کی دعا:** جب مسجد سے نکلیں تب " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مشکوٰۃ)
- **کھانا شروع کرنے کی دعا:** کھانا آگیا تو کہو گے "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ " (مستدرک) اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کی دی ہوئی برکت کے ساتھ ہم یہ کھانہ کھاتے ہیں۔ اور اگر شروع میں بسم اللہ بھول گیا تو یاد آنے پر یہ دعا پڑھو " بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (ابوداؤد)" اللہ کے نام کے ساتھ اول میں بھی اور آخر میں بھی۔
- **کھانے کے بعد کی دعا:** کھانا کھا لیا تو کہو گے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وکفاناواٰونا وارونا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (ترمذی، ابوداؤد)" شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا ۔ یہ دعا کریں گے۔

- <u>جامعہ ترین دعا:</u> "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْہُ عَبْدُكَ وَ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ عَبْدُكَ وَ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط

"اے اللہ تحقیق ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے بھلائی اس چیز کی جس کا سوال کیا ہے تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم تیری پناہ مانگتے ہیں برائی اس چیز سے جس سے پناہ مانگی ہے تیرے بندے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

<u>دعاؤں کا مقصد:</u>

یہ مختلف دعائیں انشاء اللہ اگر موقعہ ملا تو اس پر بھی تقریر کروں گا۔ کہ مسلمانوں کو پتا چل جائے کے کونسی دعا کس وقت مانگنی چاہیے اور ان اتنی زیادہ دعاؤں کا مقصد کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ ہمیں یہ تعلیم دی کے ہم ہر وقت اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کو زاری کریں، آپ کے جوتے کا تسمہ ہی ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگو۔ رجوع کس کو کریں؟ اللہ جلّ جلالہٗ کو !۔

"اللہ یجتبی الیہ من یشآ و یھدی اللہ من ینیب "

اللہ جلّ جلالہٗ کو جو رجوع کرتا ہے، اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ جلّ جلالہٗ اس کیلئے ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے۔ اسے صراط مستقیم پر چلا دیتا

ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ میں اللہ جلّ جلالہ ہمیں کہتا ہے جب آپ عبادت کرتے ہو، تو عبادات میں کسی قسم کی مشکل اور تکلیف آئے مجھ سے مانگو، مجھ سے سوال کرو، میری مدد میری توفیق آپ کے ساتھ ہمیشہ شامل حال ہو گی۔ میں آپ کا رب ہوں اور میں آپ لوگوں پر بہت زیادہ مہربان ہوں، بہت زیادہ۔ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہوں میں خوامخوا تمہاری دستگیری کروں گا۔ آپ کی زندگی کی جتنے حالات ہیں مجھ سے مدد مانگو۔ کوئی آپ پر ظلم کرتا ہو مجھ سے مدد مانگو، تکلیف میں ہو مجھ سے مدد مانگو، بیمار ہو مجھ سے مدد مانگو، میری مدد آپ کے ساتھ ہمیشہ شامل حال ہو گی۔

میں حج کو گیا تھا تو اس وقت حجر اسود پر بہت رش تھی، ایسے ہی دعا والی بات یاد آگئی (کہنا تو نہیں چاہیے لیکن ذہن میں آگئی) حجر اسود پر بہت زیادہ رش تھی، میں نے سوچا کے اب کل واپسی ہے اور میں نے حجر اسود کا ایک بوسا بھی نہیں لیا تو میں قریب ہو گیا لیکن بہت زیادہ رش تھی میں نے دعا کی "اللّٰھم یسر لی استلام حجر اسود " یا اللہ حجر اسود کا بوسا میرے لئے آسان کر دیں، میں تو کمزور ہوں عاجز ہوں اس بار حج کو آیا ہوں اور باقی حجر اسود جنت کا ایک ٹکڑا ہے اس سے میں بوسا نہ لے سکوں، یقین کریں میں نے دعا کی اور ایک سیکنڈ ایک

منٹ کم و بیش ہی گزرا ہو گا کے ایک حبشی تھا وہ حجر اسود پر کھڑا تھا مجھے اس نے کہا "تعال ہنا " اؤ ، اور مجھے ہاتھ سے پکڑا، میں آگے گیا اور بہت سکون کے ساتھ حجر اسود سے بوسا لیا جب فارغ ہو گیا تو اس نے کہا اب جاؤ۔ میں نے سوچا اللہ پاک کتنے عجیب طریقے سے انسان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ اللہ تو ہمیشہ ہمیں دیکھتا ہے، ہمارے ساتھ اللہ تعالی حاضر ہے ناظر ہے، ہمارے حالات دیکھتا ہے۔

انسوئوں کا مقام:

آپ لوگوں کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ سے مانگنا ایک بہت محبوب چیز ہے۔ اللہ کو بہت مزا آتا ہے۔ انسان اللہ کے دربار میں سوال کرئے اور انکھوں سے انسو بہے رہے ہوں ، اوو ہو! ایک کتاب میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن جہنم آزاد ہو جائے گی، جہنم فرشتوں کے قابو سے آزاد ہو جائے گی ، میدان حشر کو روانہ ہو جائی گی اور جبرائیل علیہ السلام ایک پیالے (ایک برتن) میں پانی لائے گا اور وہ جہنم کی طرف پھینک دیں گے اور جہنم رک جائے گی، کہا یہ کونسا پانی ہو گا جواب دیا کہ یہ ان انسوں کا پانی ہو گا جو مسلمان اور مومن کی انکھوں سے اللہ کے ڈر میں نکلے ہونگے۔

اگر انسان کی انکھوں سے اللہ کے ڈر سے، مکھی کے سر کے برابر بھی انسو نکلا ہو تو اس انکھ پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور اگر انکھ جنت میں ہو تو باقی بندن اللہ جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ اللہ مانگنے سے بہت خوش ہوتا ہے،

ہمیشہ اللہ سے اپنی ضروریات مانگیں **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** ؕ کا عملی مظاہرا کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر کیلئے بھی جائیں خیر ہے، دنیاوی اسباب بھی ضروری ہیں لیکن اعتماد کس پر رکھنا ہے؟ اللہ پر۔ اعتماد اور بھروسا کس پر، اللہ پر!۔ اللہ کی قسم ہمیشہ اللہ سے مانگیں، اس سے اتنا اللہ کا تعلق بن جاتا ہے، کہ کبھی بھی انسان اللہ کو نہیں بھولتا کبھی بھی انسان کے ذہن سے اللہ نہیں نکلتا ہمیشہ اللہ آپ کو یاد رہے گا۔ (اللہ عمل کی توفیق عطا کر دے آمین)

عملی طور پر ایک دعا:

چلیں عملی طور پر ایک دعا تو کر لیں، اللہ جلّ جلالہٗ یاحنان یامنان **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** ؕ اۓ اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے مسلمانوں کے حال پر رحم فرمالیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں تقوی اور دین داری کی زندگی نصیب کر دیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ یہ حاضر جماعت ہے اور جمعہ کا مبارک دن ہے اۓ اللہ پاک ہم اپنے تمام گناہ آپ کو عرض کرتے ہیں یا اللہ جلّ جلالہٗ ہمارے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ ہم تمام مسلمانوں کی توبہ قبول فرمالیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ ہم مجرم ہیں یا اللہ خطا کار ہیں یا اللہ سیاہ کار ہیں یااللہ جلّ جلالہٗ آپ رحمان ہیں یا اللہ آپ رحیم ہیں، آپ ہمارے حال پر رحم فرما دیں

یا اللہ جلّ جلالہٗ تمام مسلمانوں کے حال پر رحم فرما دیں، یا اللہ جلّ جلالہٗ قیامت کے دن آپ ہمیں اپنے سامنے ناراضگی کے ساتھ کھڑا نہ کیجئے گا، یا اللہ جلّ جلالہٗ عبادات میں ہمارے ساتھ اپنی توفیق شامل حال کر دیں، یااللہ اپنی بندگی کی توفیق ہمارے ساتھ شامل حال کر دیں، یااللہ یہ مسلمان ان میں بوڑھے بھی بیٹھے ہیں، یا اللہ نوجوان بھی ہیں یا اللہ طالب علم بھی ہیں یا اللہ علماء بھی ہیں یا اللہ ان کی جماعت کی برکت سے تمام اسلامی امت پر رحم فرمالیں، مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق نصیب کر دیں، یااللہ کفار کے ظلم سے ہمیں محفوظ کر دیں، یااللہ بے شک ہم گناہ گار ہیں ہمارے اعمال کی وجہ سے، یااللہ آپ کے حبیب کے امتی ہیں یا اللہ پیغمبر علیہ السلام کے طفیل اور وسیلے سے ہمارے حال پر رحم فرما لیں، ہمارے ارباب اختیار لوگوں کو ہدایت دے دیں، یا اللہ عوام کو ہدایت دے دیں، یا اللہ خواص کو ہدایت دے دیں، یااللہ تمام عالم میں امن و امان لے آئیں، یااللہ تمام ممالک میں امن و امان لے آئیں یا اللہ یا اللہ آپ بہت مہربان ہیں آپ ہمارے حال پر رحم فرمالیں، یا اللہ ہمارے لئے حلال رزق کے اسباب پیدا فرما دیں، یا اللہ حرام سے محفوظ کر دیں، یا اللہ ہمیں قبر کے عذاب سے پناہ دے دیں، یا اللہ جہنم کے عذاب سے ہمیں محفوظ کر دیں یا اللہ ہمیں جنت الفردوس نصیب کر دیں ۔ **اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد و بارك وسلم علیہ۔**

خلاصہ کلام:

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ میں اللہ جلّ جلالہٗ تمام مسلمین اور مومنین کو ایک اہم اور ضروری عقیدے کی طرف متوجہ کر رہا ہے، ایک اہم اور ضروری عقیدے کی تعلیم تمام مسلمین اور مومنین کو اس ایک آیت مبارکہ میں دے رہا ہے۔ وہ عقیدہ توحید ہے۔ جب ایک مسلمان اور مومن یہ عقیدہ بنالے کے اللہ جلّ جلالہٗ واحد لاشریک ذات ہے، اس کی ذات میں بھی شریک نہیں ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ کتنی کامل اور جامع صفات ہیں ان بھی اللہ جلّ جلالہٗ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اب اس عقیدہ توحید کا تقاضہ ہے کہ اس کے ساتھ عقیدہ توحید کا تحفظ ہو جائے، عقیدہ توحید اللہ کے دربار میں قبول ہو جائے، عقیدہ توحید اپنا دنیا و آخرت کا اثر دیکھا دے، یہ اس کے تقاضے ہیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ جب آپ یہ اعلان کر دیں "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اب اس کے بعد جتنے عبادت کے طریقے ہیں وہ خاص اللہ کیلئے ہیں۔

تمام کائنات ، موجودات میں معبود اور عبادت حق دار اور مستحق وہ اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔ آپ کی عبادت کے تمام طریقے (جتنے بھی عبادات کے طریقے ہیں) وہ خاص اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہیں۔ اللہ کے سوا کتنی ہی بڑی شخصیت

کیوں نہ ہو، پیغمبر ہو، ولی اللہ ہو، اللہ کا دوست ہو وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کیلئے عبادت کی جائے۔

سجدہ عبادت، شرک کا شعبہ ہے:

سجدہ ہے نہ، سجدہ یہ عبادت ہے، تو سجدہ بھی انسان اللہ جلّ جلالہٗ کو کرئے گا۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا اور کسی کو سجدہ کرنا حرام اور ناجائز ہے یہ شرک کا ایک شعبہ ہے۔ آپ لوگ قرآن پاک تعلیمات سے واقف ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب پیدا کیا تو فرشتوں اور شیطان کو حکم کیا کہ آپ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، لیکن یہ سجدہ تو تھا یہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، عبادت کا سجدہ اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا کسی کو بھی جائز نہیں ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ ہوا تھا وہ تعظیمی سجدہ تھا، احترامی سجدہ تھا، بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ سجدہ حقیقت میں اللہ جلّ جلالہٗ کو ہوا تھا لیکن سجدے کی سمت وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ جیسے ہم آپ سجدہ کرتے ہیں، کس کو کرتے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ کو لیکن سجدے کی سمت بیت اللہ شریف ہوتا ہے۔

سجدہ تعظیمی:

پہلی امتوں میں تعظیمی سجدہ لوگوں کو جائز تھا لیکن پیغمبر علیہ السلام کی امت میں، شریعت کی تعلیمات اور اللہ اور انکے پیارے پیغمبر ﷺ تعلیمات یہ ہیں کہ اس کائنات میں اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا اور کسی کو نہ ہی عبادت کا سجدہ جائز ہے کہ کوئی کہے کہ یہ میرا معبود کو سجدہ کرتا ہوں اور نہ ہی تعظیمی سجدہ، احترامی

سجدہ جائز ہے کہ میں جسے سجدہ کرتا ہوں یہ اتنا قابل احترام شخصیت ہے کہ میں اس کو سجدہ کرتا ہوں، یہ غلط ہے حرام ہے ناجائز ہے۔

کوئی بطور عبادت ایک مخلوق کو سجدہ کرئے تو یہ کافر اور مشرک بن جاتا ہے۔ اور کوئی ایسے ہی تعظیمی سجدہ کرے تو پھر حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ پچھلے بیان میں بھی عرض کیا تھا کہ بعض مسلمان بھائی نادانستہ طور پہ (بغیر جان بوج کے) یہ پورے شریعت کے احکاموں کی خبر نہیں ہوتی اور یا اپنی خواہشات اور عشق و محبت کسی مخلوق کے ساتھ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کو سجدے کرتے ہیں۔ اولیاء، بزرگان، مشائخ اللہ جلّ جلالہٗ کے دوستوں کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔

سجدہ تعظیمی اور مسلمان کی حالت زار:

آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دی کے شریعت کا حکم اور قانون یہ ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں جائز۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم عالیہ انہوں نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ میں ایک ولی اللہ کی قبر پر میں گیا مزار پر اور لوگ آرہے تھے اور اس اللہ کے دوست کی قبر کو سجدے کر رہے تھے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے جب انکھوں سے یہ کیفیت دیکھی تو میرے بدن پر لرزا آگیا، اللہ اکبر! سجدے کا حق دار رب العالمین ہے، رب

الکائنات ہے اور یہ اللہ کے بندے یہ مسلمان اور مومنین یہ توحید کے دعوے کرنے والے عمل توحید کے خلاف ہیں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدے کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے منع کیا کہ صاحب یہ سجدہ نہ کرو یہ غلط ہے یہ حرام ہے۔ سجدہ تو اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہے، تو اس نے مجھے کہا کہ ہم سجدہ اس لیئے ولی اللہ کو اس مزار والے کو کرتے ہیں کیونکہ ان کے واسطے سے ہم اللہ جلّ جلالہٗ تک پہنچ جائیں اس لیے عبادت کرتے ہیں اور یہ سجدے کرتے ہیں۔

مشرکوں کا عقیدہ:

مشرکوں کا عقیدہ تھا، وہ کہتے تھے ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے "لیقربونا الی اللہ" لیکن اس لیے کہ ہم اللہ کے نزدیک ہو جائیں، یہ بہت خطرناک عقیدہ ہے اس سے خود کو محفوظ کرنا ضروری ہے۔

بیت اللہ شریف کا طواف یہ عبادت ہے، اور طواف خاص بیت اللہ شریف کو کیا جاتا ہے حق تعالی حضور اقدس سرور کونین ﷺ کی قبر مبارک کا بھی طواف جائز نہیں ہے۔ کتنی معزز شخصیت ہیں تمام مخلوقات میں اللہ جلّ جلالہٗ کے بعد بڑا مقام وہ رسول اللہ مبارک ﷺ کا ہے۔

مخلوق کی تعظیم یا احترام:

علماء لکھتے ہیں کے تعظیم، احترام یہ مخلوق کی جائز ہے ایک ولی اللہ، ایک اللہ کے دوست کی تعظیم جائز ہے یہ اچھا کام ہے یہ کوئی ناجائز نہیں ہے۔ البتہ علماء لکھتے ہیں کہ تعظیم ایسے کرو کے آپ کی تعظیم عبادت کے ساتھ مشابہ نہ ہو، آپ

کو سمجھاتا ہوں اس بات پر، کسی کا استاد ہو کسی کا شیخ یا پیر ہو یا کسی کے والدین ہوں ان کا احترام میں ہاتھوں کا بوسہ لینا، ہاتھوں کا بوسہ جائز ہے، اپنے استاد کے ہاتھ سے بوسہ لینا جائز ہے یہ غلط کام نہیں ہے ایک شیخ یا پیر کے ہاتھ سے بوسہ لینا یہ کوئی غلط کام نہیں ہے جائز ہے۔

لیکن اگر پیر صاحب یا کوئی استاد اس پر خوش ہوتا ہو کہ لوگ بوسہ لیں پھر بوسہ نہیں لینا۔ اگر وہ چاہے کہ خوامخوا لوگ میرے ہاتھوں کا بوسہ لیں اور آپ بھی جانتے ہو کہ اس کا دل کرتا ہے کہ لوگ ہاتھ سے بوسہ لیں پھر بوسہ مت لیں۔ اور اس کے دل میں یہ بات نہ ہو (اس کی خواہش) نہ ہو تب اپنے شیخ اور استاد اور والدین کے ہاتھوں سے بوسہ لینا جائز اور مستحسن کام ہے اچھا کام ہے۔

استاد یا شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ لینا:

لیکن علماء لکھتے ہیں جب اپنے استاد یا شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ لیں تو ان کے ہاتھ تھوڑے اٹھالیں، ہاتھ تھوڑے اپنی طرف اٹھالیں۔ اور اگر آپ ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوں بالکل رکوع کی شکل بن جاتی ہو تو علماء لکھتے ہیں مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اگرچہ یہ تعظیم ہے لیکن اس میں عبادت کے ساتھ مشابہت آگئی ہے۔ کیونکہ رکوع کس کیلئے ہوتا ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے لئے ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ تعظیم ہے احترام ہے لیکن

عبادت کے ساتھ مشابہت آگئی ہے تو یہ بات نازک بن جاتی ہے۔ آپ اپنے استاد، اپنے شیخ اپنے والدین اپنے بڑوں کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوں تو یہ حرام نہیں ہے، جائز ہے اور اچھا کام ہے، لیکن ان کا ہاتھ اٹھالیں اور بوسہ لے لیں۔

قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کی عادت:

حدیث مبارک میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، اگر آپ لوگ کسی کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ایسے کھڑے نہ ہوں کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں، کہا کہ ایک شخص بیٹھا ہو کرسی پر یا زمین پر اور باقی لوگ سب کھڑے ہوں اور ایسے دست بستہ، کہا یہ قیصر و کسرہ کے بادشاہوں کی عادت تھی۔ مشرکوں اور کافروں کی عادت ہے۔ کہ یہ کرسی پر بیٹھے ہوں اور جو ان کے ماتہت لوگ تھے وہ ان کیلئے کھڑے ہوتے تھے۔ ہاتھ جو کمر پر باند کر کھڑے ہوتے ہیں، نہیں نہیں سب بیٹھیں یا سب کھڑے ہوں۔ اور یہ جو ایک بڑا بیٹھا ہو اور باقی سب اس کیلئے کھڑے ہوں یہ کافروں اور قیصر و کسریٰ، ان ظالموں کی عادت تھی۔ ان کی عادتوں سے بھی خود کی حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ عبادت کا طرز اور طریقہ کس کیلئے ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہے۔

تو **اِیَّاكَ نَعْبُدُ** ہم خاص اللہ جلّ جلالہٗ آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں، جتنے عبادت کے طریقے ہیں، اۓ اللہ جلّ جلالہٗ آپ ان کے مستحق ہیں۔ تو توحید کا تقاضہ یہ ہے کہ ہماری تمام عبادات کے طریقے اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہوں، اور اللہ جلّ جلالہٗ کی خوشنودی اور اللہ جلّ جلالہٗ کی رضا کیلئے ہوں۔

خاص اللہ سے مدد کی وضاحت:

اور دوسرا وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اے اللہ ہم خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں، آپ کو اس بات پر سمجھاتا ہوں، ایک سوال ہم سب لوگوں کے ذہن میں آتا ہے۔ کہ ہم تو اس روز مرہ کی زندگی میں ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہیں؟۔ ایک بندہ ڈاکٹر کیلئے جاتا ہے تو اسے کہتا ہے ڈاکٹر صاحب میری مدد کر دیں، ایک بندہ کسی اور کیلئے جاتا ہے، کہ جی میرے ساتھ روز گار کیلئے کوئی مدد کر دیں، عام روز مرہ کی زندگی میں ہر ایک انسان دوسرے انسان سے مدد مانگتا ہے۔

دو قسم کی مدد:

حالانکہ ہم ہر نماز میں کہتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اے اللہ ہم خاص آپ سے مدد مانگتے ہیں، میں علمی انداز میں نہیں بتاتا کیونکہ عوام علمی باتیں نہیں سمجھتی، آسان سمجھاتا ہوں ایک بندہ ڈاکٹر کیلئے جائے تو یہاں دو قسم کی مدد ہے۔

ا۔ اسباب کی مدد:

ایک ایسی مدد ہے کہ آپ صرف اسباب کو اختیار کریں گیں، بیمار ہیں بیمار اب بیماری سے شفا کیلئے اسباب کو اختیار کرنے پڑھیں گیں، ایک سبب یہ ہے کہ آپ ڈاکٹر کیلئے جائیں گے، دوسرا یہ کہ ڈاکٹر آپ کا علاج کرے گا، وہ آپ کی بیماری کی تشخیص کرئے گا، تیسرا سبب یہ کہ وہ ڈاکٹر آپ کو دوائی دے گا، اور ان

چیزوں میں مدد آپ ہر کسی سے لے سکتے ہیں، کسی کو کہہ سکتے ہیں کہ میں ڈاکٹر کیلئے نہیں جاسکتا آپ مجھے گاڑی میں ڈاکٹر تک لے جائیں،ڈاکٹر کو کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب میں بیمار ہوں آپ میری مدد کریں میرا علاج کر دیں، جب ڈاکٹر علاج بتا دئے تو میڈکل سٹور والے کو کہہ سکتے ہیں کہ جی میری کچھ مدد کر دیں تھوڑی قیمت میں رعایت (ڈیسکاؤنٹ) کر دیں، یہ جائز ہے یہ بالکل جائز ہے، یہ غلط نہیں ہے بلکہ چاہیے کہ ہم ایسی مدد ایک دوسرے سے مانگ لیا کریں، تاکہ ہمارے معاشرے میں اتفاق آجائے۔ جب ایک دوسرے پر احسان ہوتا ہے تو اس سے معاشرہ بنتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے، "تھادو اتحابوا" آپ لوگ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کریں اس سے آپ کہ بیچ محبت پیدا ہو جائے گی۔ یہ ہونا چاہیئے۔

۲۔ اسباب میں تاثیر کی مدد:

لیکن اس کے بعد ایک اور مرحلہ شروع ہوتا ہے، کہ شفاء! اب یہ شفاء والی مدد کس سے مانگیں گے ؟، اللہ جلّ جلالہٗ سے، اےئ اللہ جلّ جلالہٗ !ڈاکٹر شفاء نہیں دے سکتا، تو یہ شفاء والی مدد اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگیں گیں، اس کا سوال اللہ جلّ جلالہٗ کو کریں گے۔

اےئ اللہ جلّ جلالہٗ میں بیمار ہوں میرے بس میں جتنا تھا وہ میں نے کوشش کی، اس کو" مدد استعانت اسباب کہتے ہیں" اےئ اللہ جلّ جلالہٗ اب شفاء آپ کے ہاتھ میں ہے آپ شفاء عطاء کر دیں۔ آپ ے سوا کوئی اور شفاء نہیں

دے سکتا، اے اللہ جلّ جلالہٗ میرا اتنا بس تھا کہ میں نے دوائی خرید لی اور اپنی اس بیمارے کیلئے اچھی قیمتی دوائی خریدی ہے اے اللہ جلّ جلالہٗ اب اس دوائی میں تاثیر کے میری یہ بیماری ٹھیک ہو جائے، آپ کا کام ہے۔ کیونکہ یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اتنی طاقتور ذات ہیں کہ ہر چیز آپ کی قدرت کے نیچے ہیں، اصل مدد کرنے والے اے اللہ جلّ جلالہٗ آپ ہیں۔ لھذا میری مدد فرمادیں۔

ایک بے روزگار کی مثال:

ایک شخص ہے وہ بے روزگار ہے، اسے روزگار کی تلاش ہے۔ وہ اپنے روزگار کی تلاش میں نکلتا ہے اور ایک دوسرے سے مدد مانگتا ہے، کے میری مدد کر دیں، تمام روزگار کے اسباب اختیار کر لیے، اس کے بعد اللہ جلّ جلالہٗ سے سوال کرتا ہے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ میں نے اپنی طاقت کے مطابق اسباب اختیار کر لئے اب آپ اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ مجھے کوئی نافع اور فائدے مند روزگار مہیا کر دیں۔

ایک دکان دار کی مثال:

ایک دکان دار ہے اس نے دکان ڈال لی، تمام تجارت کے اسباب مکمل کر لئے جتنا اس کا بس تھا، اس میں ایک دوسرے سے مدد مانگ سکتا ہے۔ ایک دکان دار دوسرے دوکان دار سے مدد مانگ سکتا ہے، کسی کمپنی سے مدد لی جا سکتی ہے۔ جتنی جس کی مدد مانگ سکتا تھا وہ مانگ لی ، اور یہ اچھا کام ہے کہ ایک

دوسرے کے ساتھ مدد ہو جائے، لیکن دکان ڈال لی خوبصورت اور مزے دار اب اس کے بعد ایک دوسری قسم کی مدد کی باری آتی ہے جو مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ آپ کی تجارت نفع مند ہو جائے، اور گاہک آپ کی دکان پر آجائیں۔

اب گاہک کے دل میں کون ڈالے گا کہ اس دکان دار سے سامان خریدو؟، اللہ جلّ جلالہٗ ڈالے گا! پھر عقیدہ یہ ہو، ایمان یہ ہو، یقین یہ ہو کہ اب گاہک جو آئے گا یہ میرے اختیار میں نہیں ہے یہ کسی اور مخلوق کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ رب العالمین اللہ جلّ جلالہٗ کے اختیار میں ہے۔ یہ عین توحید ہے۔ اس (مدد) سے اللہ جلّ جلالہ ُ کے ساتھ اپنی عبدیت (اپنی بندگی) کا تعلق مضبوط کرنا ہے۔ اور ہمیشہ اللہ جلّ جلالہٗ کی یاد ہے۔

حاصل کلام:

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ [ا فاتحہ –۴] تو حاصل کلام یہ ہے کہ ہر چیز کی کامیابی کیلئے آپ اسباب اختیار کریں گے، اور جب نفع آجائے اور فائدہ آجائے وہ کس کے ہاتھ میں ہے ؟ اللہ جلّ جلالہٗ کے ! ۔ اور سوال بھی کریں گیں، اسباب کے بعد غافل نہیں بننا، اور سوال کرنا ہے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ آپ مدد فرمادیں۔

اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو یہ مدد ہم اس دنیا میں ایک دوسرے سے مانگتے ہیں، یہ زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، ایک ڈاکٹر بہت سمجھ دار اور

ماہر ڈاکٹر ہو جب وہ زندہ ہو گا تو ہم اس سے کیا کریں گیں مد دلیں گیں، اس کیلئے جائیں گیں، وہ ہمیں دوائیاں تجویز کرئے گا اور جب وہ مر جائے پھر؟ پھر ہم کسی اور ڈاکٹر کیلئے جائیں گیں، کیونکہ اب یہ اس حالت سے نکل گیا کے اس سے مدد لی جاسکے، اب یہ ڈاکٹر دوسری دنیا کو انتقال کر گیا ہے، اسی طرح ہمارے بعض مسلمان بھائی، بڑے بڑے اولیاء اور مشائخ کی قبروں پر جاتے ہیں، ان سے مدد مانگتے ہیں۔

اس مسئلہ کو سمجھ لیں، کے اولیاء، مشائخ اور بزرگ اگر زندہ ہوں تو ان کیلئے جائیں ان سے دعا کرائیں، کہ جی میرے لئے دعا کریں کے مجھ پر قرضہ ہے وہ ادا ہو جائے، جی فلانی مشکل ہے آپ دعا کریں کے میری یہ مشکل حل ہو جائے، جی فلانے مسئلے میں بند ہوں اس کا شریعت اور قرآن و سنت کی روشنی میں کیا حل ہے، ہمیشہ کیلئے ان سے رہنمائی لی جاسکتی ہے، لیکن جب وفات ہو جائے پھر اس میں دو صورتیں ہیں۔

اگر آپ نے ایسے کہا کے ائے فلانے پیر صاحب، ائے سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ، حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ بہت بڑے بزرگ تھے مستجاب الدعوات تھے اللہ جلّ جلالہٗ نے ان کی دعائیں قبول کیں، ان کا بڑا مقام تھا، جب زندہ تھے تو ہر قسم کی دعا آپ کے لئے کر سکتے تھے اب چونکہ وفات ہیں تو ان کی قبر پر مت جائیں کے مجھے اولاد دے دیں، اولاد کون دیتا ہے؟ اللہ جلّ

جلالہٗ !۔ ایسے مت کہیں کے ائے سید عبد القارد جیلانی رحمۃ اللہ آپ میرے قرضے اتار دیں، **نہیں** !

اولیاء کے وسیلہ کا طریقہ:

بلکہ طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کسی ولی یا شیخ کی قبر پر جائیں تو ایسے کہیں ائے اللہ جلّ جلالہٗ یہ آپ کی بر گزیدہ اور ایک مقبول شخصیت تھے، آپ پر بہت پیارے تھے یا اللہ بہت مقرب تھے اور میں بہت گناہ گار ہوں، ائے اللہ آپ کو ان کا وسیلہ کرتا ہوں، ائے اللہ آپ ان کے وسیلہ کے طفیل مجھے اولاد دے دیں اب یہ دوسری صورت صحیح ہے اور جائز ہے۔ ائے اللہ ان کے وسیلہ کے طفیل میری یہ مشکل حل کر دیں، یہ جائز ہے۔ یہ ٹھیک ہے اس میں کچھ مسئلہ نہیں ہے، اگر کوئی پھر بھی مسئلہ نکالے تو پھر یہ اس کا اپنا کام ہے۔

کسی بزرگ کا اس کی وفات کے بعد بھی وسیلہ کیا جا سکتا ہے البتہ اولاد ان سے نہ مانگی جائے۔ اولاد کون دیتا ہے ؟ اللہ جلّ جلالہٗ ! اور اللہ تعالیٰ اس پر بہت خفا ہوتے ہیں کہ ایک کام اللہ جلّ جلالہٗ کا ہے اور آپ اس کام کو مخلوق سے مانگتے ہیں، اور یہ بزرگ اور اولیاء جو قبروں میں ہیں وہ آپ کے اس عمل پر خفاء ہوتے ہیں ان کو اللہ سے شرم وحیاء آتی ہے۔

حضرت جہان جہاں گشت کے مزار کا واقعہ:

ہمارے طریقے نقشبندی کے ایک بزرگ حضرت مولانا فضل علی قریشی عباسی یہ بہت صاحب کشف شخصیت گزرے ہیں ۔ حضرت خواجہ

عبد المالک صدیقیؒ ان کے خلیفہ تھے وہ فرماتے ہیں ہم ایک بزرگ کی قبر پر گئے تھے اور ہمارے شیخ حضرت مولانا فضل علی قریشی عباسی نے مراقبہ شروع کیا (صوفی حضرات مراقبہ کرتے ہیں یہ ذکر اللہ کی ایک قسم ہے، وہ سر جھکا کر چادر جو ڈالی ہوئی ہوتی ہے) تو کہا کہ مراقبے کے بعد، حضرت مولانا فضل علی قریشی عباسی بہت متبع سنت شخصیت گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ایک چیز تو میں نے دیکھ لی ہے تو خواجہ عبد المالک صدیقیؒ اپنے استاد کو کہتے ہیں کہ جی اگر بیان کر دیں تو اچھا ہو گا یہ سب علماء کی مجلس ہے۔

تو انہوں نے کہا کے اللہ جلّ جلالہٗ نے مجھے اس قبر کا حال دیکھایا ہے اور یہ ایک بزرگ ہیں جہان جہاں گشت نام تھا یہ ان کی قبر تھی، یہ عرس کے ایام تھے اور جب میں نے مراقبہ شروع کیا تو قبر میں بہت اچھی روشنی تھی لیکن عجیب بات یہ تھی کہ صاحب قبر، قبر میں موجود نہیں تھا۔ اور یہ جو آس پاس جو عرس کے ٹیلے لگے ہوئے تھے وہاں بہت اندھیرا تھا۔ بعد میں قبر والا آ گیا، تشریف لے آئے اور مجھ سے ملے تو میں نے کہا آپ کہاں گئے تھے تو جواب دیا کہ جب میری قبر پر عرس کا میلہ لگتا ہے اور یہ لوگ مجھے سجدے کرتے ہیں اور میری قبر کے طواف کرتے ہیں، مجھے اللہ جلّ جلالہٗ سے بہت حیاء آتی ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو اس کا حق دار اور مستحق نہیں ہوں تو اس لئے میں اللہ جلّ جلالہٗ کے فضل و کرم سے اپنی قبر سے نکل کر مدینہ منورہ چلا جاتا ہوں۔

تو میں وہاں تھا، اور ابھی مجھے اشارہ ملا ہے کہ ایک مہمان آیا ہے تو آپ مہمان کے لئے جاؤ۔ تو میں اللہ کے فضل و کرم اور توفیق سے میں آپ سے ملاقات کیلئے آیا ہوں۔ تو حاجی بہادر صاحب وہ اس سے خوش نہیں ہوتے کہ کوئی ان کو سجدے کرے۔ یا کوئی ان کو طواف کرے بلکہ وہ تو اس سے خوش ہوتے ہیں کہ کوئی ان کو تلاوت کا ثواب ہدیہ کر دے، اصل چیز یہ ہے۔

بہر تقدیر ہم مدد کس سے مانگیں گے؟ اللہ سے مانگیں گے۔ ظاہری اسباب اختیار کریں گے لیکن اسباب میں تاثیر کون ڈالتا ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ !، اولیاء، بزرگوں سے ہم زندگی میں دعائوں کی فرمائش کریں گے، انشاء اللہ ان کی دعا سے کام بنے گے۔ لیکن جب فوت ہو جائیں پھر ہم اللہ جلّ جلالہٗ کو ان کا وسیلہ کریں گے کہ ہماری مشکلات حل ہو جائیں، اور ان سے نہیں مانگیں گے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ [ا فاتحہ –۴] اللہ جلّ جلالہٗ نے اس چھوٹی سی آیت مبارک میں جو صرف دو(۲) جملوں پر مشتمل ہے۔ تقریباً تمام دنیا ایک جگہ بند کی ہے۔ مثلاً دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہو۔ مندرجہ بالا صفحات میں اس آیت کے چند پہلو عرض ہوئے ہیں۔ اس آیت مبارک میں اللہ جلّ جلالہٗ مومنین مسلمین کو دو باتوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ان دو باتوں کی تعلیم اور تلقین کرتے ہیں۔

ا۔ ایک یہ کہ تمام عبادات اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہیں۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ اللہ جلّ جلالہٗ سے مدد مانگی جائے۔

اللہ جلّ جلالہٗ ارشاد مبارک فرماتے ہیں **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** اس کا مطلب یہ کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ ہم خاص آپ کیلئے عبادت کرتے ہیں تو اس میں توحید کی طرف اشارہ ہے، جیسے لا الہ الا اللہ کا مقصد بھی یہی توحید ہے اور **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** کا مقصد بھی توحید ہے تو اس میں مقصد اور غرض یہ ہے کے جتنی شریعت میں عبادات ہیں تمام عبادات اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہیں اور اللہ جلّ جلالہٗ کی رضا اور خوشی کیلئے ہیں۔ تا کہ اللہ جلّ جلالہٗ ہم سے راضی ہو جائے، تمام عبادات کس کیلئے؟ اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے! اور لا الہ الا اللّٰہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک مسلمان اور مومن کے دل میں توحید آ جائے اور توحید کے بعد تمام زندگی کی جتنی عبادات ہیں پھر یہ اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے شمار ہونگیں اوراللہ جلّ جلالہٗ کی رضا کیلئے شمار ہونگیں۔

مثال کے طور پر عبادات میں سجدہ ہے، سجدہ ایک مقبول عبادت ہے، حدیث مبارک میں آتا ہے، ابوداؤد شریف میں پیغمبر علیہ السلام کی حدیث ہے، اللہ جلّ جلالہٗ سے قریب تر حالت وہ ہے جب انسان سجدے میں اللہ کے سامنے ہو۔ اور اپنا چہرہ اور اپنی پیشانی رب العالمین کے دربار میں اللہ کے حضور میں خشوع وخضوع اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو ظاہر کریں۔

نماز ایک عبادت ہے یہ جب انسان، مسلمان اور مومن ادا کرتا ہے تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ اللہ جلّ جلالہٗ کی رضا کیلئے ہو۔ اس میں مقصد ریاء

اور دکھلاوا نہ ہو۔ لوگوں کو اپنی بزرگی دکھانا مقصد نہ ہو کہ میں اتنا بڑا عابد ہوں، بڑا نمازی ہوں۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں توحید کا اشارہ ہے مثال کے طور پر حج پر جائیں حج کیلئے تو وہاں بڑی عبادات ہوتی ہیں لیکن ایک خصوصی عبادت بیت اللہ شریف کا طواف ہے۔ تو بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور جگہ طواف کرنا یہ غلط ہے، ناجائز ہے اللہ جلّ جلالہٗ اس سے خفاء ہوتے ہیں۔ اور یہ عمل اللہ جلّ جلالہٗ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کر لوں کہ ہمارے کچھ علاقوں میں یہ رواج ہے بلکہ لوگ شریعت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شریعت نہیں ہے، بعض لوگ اولیااللہ اور بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرتے ہیں۔ سجدہ اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا کسی کو بھی بطور عبادت غلط ہے یہ شرک ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے سوا بطور عبادت کوئی کسی کو سجدہ کر لے تو یہ شرک ہے اس سے انسان مشرک ہو جاتا ہے۔ اور بطور تعظیم کسی کو سجدہ کریں تو علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے یہ حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ بعض ہمارے مسلمان بھائی اس (سجدہ کرنے کو) کو شریعت سمجھتے ہیں اس کو دین سمجھتے ہیں۔ کہ ایک ولی اللہ (اللہ کا دوست) اس کی قبر پر چلے جاتے ہیں اور پھر اس کا طواف کرتے ہیں۔ دیکھیں یہ سن لیں طواف صرف بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی کا بھی طواف غلط ہے، ناجائز ہے۔ اولیاء، بزرگ اور مشائخ کی قبروں کا طواف، اللہ جلّ جلالہٗ کے دوستوں کی قبروں کا طواف غلط ہے، ناجائز ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے یہ پتا لگ گیا کہ دنیا میں کتنی ہی بڑی ہستی کیوں نہ ہو، جتنی ہی بڑی ہستی ہو مخلوقات میں وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو سجدہ کیا جا سکے، وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جا سکے، البتہ بزرگوں اولیاء اور اللہ کے دوستوں کا ادب، ان کا احترام، ان کی تکریم، ان کی تعظیم یہ مستحسن (اچھے) کام ہیں۔ اولیاء، مشائخ، علماء کا ادب یہ کوئی غلط، حرام کام نہیں ہے بلکہ یہ ثواب کا کام ہے اللہ جلّ جلالہٗ انسان کو اس کا ثواب دیتے ہیں۔

احترام کا اجر:

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے، اگلی صف میں ایک نوجوان کھڑا ہو اور پیچھے ایک سفید ریش کھڑا ہو، اور یہ نوجوان پیچھے ہو جائے اور سفید ریش کو آگے جگہ دے دے، اسے پہلی صف میں کھڑا کر دیا تو اس نوجوان کو اللہ پاک دو ثواب دیتا ہے، ایک ثواب تو اس کا دیتا ہے کہ پہلی صف میں کھڑا تھا تو اس لئے اللہ اسے پہلی صف کا ثواب دیتا ہے، اور دوسرا ثواب اس لئے کہ ایک مسلمان، مومن اور ایک بزرگ کی تعظیم، اکرام اور احترام کر لیا، تو عبادت الگ بات ہے اور تعظیم و احترام الگ بات ہے۔

عبادت کا حق دار کون؟

اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں جتنی بھی عبادات کے طریقے ہیں اور عبادات ہیں یہ رب العالمین جلّ جلالہٗ کیلئے ہیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے علاوہ کوئی بھی اس کا مستحق

اور حق دارِ عبادت نہیں ہے۔ کتنا ہی بڑا ولی کیوں نہ ہو ، کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو ، اس کی تعظیم کرنی چاہیے لیکن اس کی عبادت نہیں جائز ، عبادت صرف اللہ جلّ جلالہٗ کی ہوتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ قبروں پر نہ جائیں، قبروں پر سنت طریقے سے جانا اچھا کام ہے۔یہ شرعاً منع نہیں ہے۔ قبروں پر جانے کا صحیح طریقہ سنت طریقہ ہے، ایسا نہیں کہ قبر پر چلے جاؤ اور وہاں سجدے اور طواف شروع کر دو اور قبر والے سے اولاد مانگنی شروع کر دو۔ نہیں اولاد اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگو البتہ قبر والے کو وسیلہ کرو۔ کہ اےئ اللہ جلّ جلالہٗ یہ آپ کا نیک بندہ ہے آپ کا محبوب اور مقرب بندہ ہے، اےئ اللہ جلّ جلالہٗ اس قبر والے کے وسیلہ اور طفیل میری فلانی حاجت آپ پوری کر دیں۔

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ میں اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ تمام عبادات میرے لئے کرو۔ میرے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں ہے۔ اور دوسری بات **وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ** میں یہ ہے کہ آپ لوگ مجھ سے مدد مانگو۔ ہمیں اللہ جلّ جلالہٗ یہ تعلیم دے رہاہے کہ مجھ سے مدد مانگو کسی اور سے مدد نہیں مانگو گے۔ دیکھیں اس دنیا میں ہم ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہیں ۔ ایک شخص بیماد ہو جائے تو ڈاکٹر کیلئے جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میری مدد کر دیں مجھے دوائی دے دیں، ڈاکٹر صاحب میرا آپریشن کر دیں، یہ مدد ہے یہ ایک دوسرے سے مانگیں

گے، اس دنیا کے نظام کیلئے ایک دوسرے کی ضروریات پورا کرنا یہ شرعاً بھی مطلوب ہے۔

گھر کی تعمیر کی مثال:

آپ ایک گھر بناتے ہیں تو مستریوں سے مدد مانگتے ہیں کہ میری مدد کر دیں یہ جائز ہے۔ یہ غلط نہیں ہے۔ البتہ دنیا کے جتنے بھی اسباب ہیں اور وہ آپ کے اختیار میں ہیں تو ان اسباب کو آپ پورا کریں گے۔ جب بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر کیلئے جائیں گے۔ دوائی استعمال کریں گے، البتہ ان اسباب میں تاثیر کون ڈالے گا؟ اللہ جلّ جلالہٗ ! آپ اسباب اختیار کریں گے بالکل اندھا توکل بھی نہیں کریں گے کہ اسباب نہیں ہیں اور آپ زمین پر اکڑ رہے ہوں، نہیں نہیں تمام اسباب کو اختیار کریں گے لیکن اسباب میں تاثیر والا اللہ جلّ جلالہٗ کو مانے گیں۔

علاج اور شفاء:

بیمار ہو گئے ہیں تو ڈاکٹر کیلئے جائیں گے، ڈاکٹر آپ کو دیکھے گا آپ کا علاج کرے گا آپ کو کوئی دوائی تجویز کرے گا، بس آپ کا اتنا ہی کام تھا کہ ڈاکٹر کیلئے چلے گئے ڈاکٹر نے آپ کا چیک اَپ کر لیا اور آپ کو دوائی اور استعمال کا طریقہ بتا دیا اور آپ پرہیز کریں یہ سب آپ کے اختیار میں تھا۔ البتہ شفاء دینے والا کون

ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ ! یہ عقیدہ ہو، یہ ایمان ہو کہ شفاء کون دیتا ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ !۔

مثال نمبرا :

آپ لوگ دیکھیں، مثال کے طور پر ایک شخص جسکا نام زید ہے، اور دوسرا شخص عمر ہے، زید بھی بیمار ہے اس کو بخار ہے اور عمر بھی بیمار ہے اسکو بھی بخار ہے۔ دونوں ایک ہی ڈاکٹر کیلیئے گئے اور اس ڈاکٹر نے دونوں کو ایک ہی دوائی تجویز کی۔ اب یہ دونوں بیمار بھی چاہتے ہیں کہ ہم کو شفاء مل جائے اور ڈاکٹر بھی یہی ارادہ اور کوشش تھی کہ یہ دونوں بیمار ٹھیک ہو جائیں لیکن باوجود اس کے کہ ڈاکٹر اور مریض دونوں کی کوشش بیماری سے شفاء تھی، لیکن اب ایک مریض کو اللہ شفاء دیتاہے اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے اسی ڈاکٹر کے علاج سے اور اسی کی دوائی سے۔ اور دوسرا بیماد ٹھیک نہیں ہوتا۔

تو اس سے پتہ چل گیا کہ شفاء دینے والا اللہ جلّ جلالہٗ ہے، ڈاکٹر نہیں ہے۔ اسباب میں شفاء نہیں ہے، اسباب میں تاثیر نہیں ہے جب تک کہ اللہ جلّ جلالہٗ ان اسباب میں تاثیر نہ ڈال دے۔ جب تک کہ اللہ جلّ جلالہٗ شفاء نہ دے دے۔

مثال نمبر۲ :

آپ لوگ دیکھیں، مثال کے طور پر ایک شخص جسکا نام زید ہے، ہم مدرسے میں زید کے نام سے مثال دیتے ہیں تو آپ کو بھی اسی نام سے سمجھا رہا

ہوں یہ بیمار ہو گیا، اب یہ ڈاکٹر کیلئے چلا گیا اور اس ڈاکٹر نے اسے کوئی دوائی تجویز کر دی۔ اب بیمار نے وہ دوائی استعمال کی اور یہ ٹھیک ہو گیا۔ اب چھ (۶) مہینے بعد پھر یہ مریض آگیا ڈاکٹر کیلئے، یہ وہی ڈاکٹر ہے اور وہی پرانی بیماری کی شکایت ہے، اب دیکھیں ڈاکٹر نے اسے پھر وہی دوائی تجویز کی لیکن اس بار مریض کو شفاء نہیں ملی، تو اس سے پتہ چل گیا کہ شفاء دینے والا کون ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ ہے!۔ بات یہ ہے کہ ہم آپ اسباب کو اختیار کریں گیں، اسباب سے انکار نہیں کریں گیں البتہ ہمارا عقیدہ یہ ہو کہ اسباب میں تاثیر کون ڈالتا ہے؟

اللہ جلّ جلالہٗ، رب العالمین ڈالتا ہے۔

مثال نمبر ۳:

ایک شخص ہے وہ دکان دار ہے۔ اس نے دکان ڈال لی قسم قسم کی چیزیں اس میں رکھ لیں اور دکان مکمل بھری ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی کوئی دوسری دکان بھی ہے، اور دونوں دکانوں کا سامان ایک ہی قسم کا ہے۔ لیکن ایک دکان دار سے لوگ سامان خریدتے ہیں اور دوسرے سے کوئی نہیں خریدتا، حالانکہ ایک ہی بازار میں ہیں، ایک ہی قسم کی دکانیں ہیں اور ایک ہی قسم کا سامان دونوں دکانوں میں ہے۔ اور لوگوں کو دونوں دکانوں میں کوئی خاص فرق بھی نہیں پتا۔ لیکن پھر بھی لوگ ایک سے سامان خریدتے ہیں اور دوسرے سے نہیں خریدتے ! ۔ تو پتہ چل گیا کہ مخلوقات میں جتنے بھی کام ہوتے ہیں یہ اللہ

جلّ جلالہٗ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔ ان گاہکوں کے دلوں میں اللہ جلّ جلالہٗ ڈالتا ہے کہ اس سے سامان خرید لو، اور اس دوسرے سے مت کرو۔

اکثر دکان دار ہیں، دکان مکمل بھری ہوئی ہوتی ہے لیکن کوئی ان سے سامان نہیں خریدتا، تو یہ نہیں کہنا کہ میری دکان مکمل بھری ہوئی ہے اور میں نے بہت اچھے قسم کا سامان رکھا ہوا ہے تو اب میرا کام بن گیا، نہ نہ! یہ کہنا ہے کہ میں نے دکان بھر لی، میں نے اتنی کوشش کر لی جتنی میرے اختیار میں تھی اب باقی کام یہ ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ اس میں تاثیر ڈال دے۔

<u>درستگی معملات سے پہلے درستگی عبادات:</u>

لیکن ایک بات ذہن میں آگئی **وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** سے پہلے اللہ جلّ جلالہٗ نے **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** کہا ہے، اس میں ایک علمی نقطہ یہ ہے کہ کوئی یہ چاہتا ہو کہ میرے دنیا کے کام ٹھیک ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ اس سے پہلے عبادات کا سلسلہ بھی ٹھیک کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ جماعت کا وقت ہو اور آپ یہاں گاہک کے ساتھ لگے ہوئے ہو، نہیں نہیں جب نماز کا وقت ہو گیا تو دکان بند کرو۔

اللہ جلّ جلالہٗ بہت مہربان ہے، ابھی جو گاہک آپ سے سو یا دو سو (۱۰۰ یا ۲۰۰) کا سامان خریدے گا، لیکن آپ دین پر غیرت کر لو عبادات کو پہلے کر لو، **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** پہلے اور دنیا کہ کام بعد میں، تو آپ نماز کیلئے چلے جائیں انشاء اللہ نماز کے بعد اللہ جلّ جلالہٗ کوئی ایسا گاہک بھیج دے گا جو کافی نافع ہو جائے گا۔

کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ اس گاہک کے دل میں ڈال دے گا کہ اس سے سامان خرید لو۔ آپ کے چہرے پر نماز کی نورانیت ہوگی جو باقاعدہ گاہکوں کو اپنی طرف کھینچے گی۔

ہر کام سے پہلے انشاء اللہ کہیں:

بہتر بات یہ ہے کہ جب بھی ہم کوئی کام کریں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہیں، یہ سنت عمل ہے یہ شریعت کا حکم ہے۔ نبی علیہ السلام کو اللہ جلّ جلالہٗ فرماتے ہیں "لا تقول لشیٔ انی فاعل ذلك رب انشاء اللّٰہ "پیغمبر علیہ السلام کو اللہ جلّ جلالہٗ فرماتے ہیں ایسے مت کہو کہ میں صبح یہ کام کروں گا یا دوسرے دن یہ کام کروں گا، نہیں نہیں بلکہ انشاء اللہ ساتھ کہیں۔ تو مسلمان اور مومن کی بہتریں پہچان، بہتریں علامت یہ ہے کہ وہ ہر کام کہ ساتھ کیا کہے؟ انشاء اللہ۔ آئیندہ کو کوئی کام ہو، کسی کام کا استقبال ہو تو ساتھ انشاء اللہ کہیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کر رہے ہیں کہ انشاء اللہ کہیں۔

تو اسباب ہم اختیار کریں گیں، لیکن تاثیر کون ڈالے گا؟ اللہ جلّ جلالہٗ! دنیا میں جتنے بھی کام ہیں وہ اللہ جلّ جلالہٗ کی مشیّت اور اللہ جلّ جلالہٗ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔ اس دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں یہ اللہ جلّ جلالہٗ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ دنیا کی جتنی بھی طاقتور مخلوق ہے وہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہر چیز اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم اور اللہ جلّ جلالہٗ کے آڈر (order) سے ہوتی ہے، کوئی

چیز اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم کے سوا نہیں کر سکتی۔ تو دنیا میں جتنے بھی اسباب ہم برابر کر لیں ان میں تاثیر کون ڈالتا ہے ؟ کہیں اللہ جلّ جلالہٗ ! اور جن چیزوں میں تاثیر اللہ جلّ جلالہٗ نے رکھی ہے وہ بھی اللہ جلّ جلالہٗ کی قبضہ قدرت میں ہیں، کبھی کبھی اللہ جلّ جلالہٗ ان سے بھی تاثیر ختم کر دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آگ:

قرآن عظیم الشان میں اللہ جلّ جلالہٗ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں جب نمرود نے آپ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ اللہ فرماتے ہیں "اعوذ باالله من الشیطان الرجیم یا نار کونی برداً سلاماً علی ابراھیم "، آگ کی تاثیر کیا ہے ؟ علماء لکھتے ہیں اور ہم آپ بھی محسوس کرتے ہیں کہ آگ کی تاثیر جلانا ہے ! آگ انسان کو جلاتی ہے۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے سخت آگ میں پھینکا لیکن آگ کی تاثیر کس کی قدرت میں ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ کی قدرت میں ! تو آگ کی جلانے کی تاثیر ختم ہو گئی، تاثیر صرف ختم ہی نہی ہوئی بلکہ کہا" یا نار کونی برداً سلاماً علی ابراھیم "کہ بہت ٹھنڈی بھی نہ ہو جانا کبھی کبھی بہت سردی بھی انسان کو نقصان دیتی ہے۔ اور بہت گرم بھی نہ ہونا بلکہ سلامتی والی بن جاؤ" یا نار قولی برداً سلام علی ابراھیم"۔

ہر چیز میں تاثیر جو رکھی ہے یہ اللہ جلّ جلالہٗ نے رکھی ہے، تو اس تاثیر کا رہنا بھی اللہ جلّ جلالہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے اللہ جلّ جلالہٗ کی مشیّت سے تاثیر ہوتی ہے، جب نمرود نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلادے گا اور آپ علیہ السلام کی مخالفت سے بچ جائے گا، اس لیے بہت سخت سزا تجویز کی لیکن اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہر چیز میرے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہر چیز میرے حکم کے نیچے ہے، ہر چیز میرے ارادے کے نیچے ہے۔ اے انسان تمہاری مکمل توجہ میری طرف ہونی چاہیے۔ ہمیشہ میری طرف متوجہ ہوا کرو، فلھذا اسباب میں تاثیر بھی میں ڈالتا ہوں اور اسباب سے تاثیر بھی میں ہی ختم کرتا ہوں یہ میرا کام ہے، آپ کس طرف جارہے ہو۔ "فَاَیْنَ تذھبون" کس طرف جارہے ہو۔

تجارت کرتے ہو تو آپ صرف اسباب اختیار کریں، کوئی اور دنیا کا کام کرتے ہو تو اسباب اختیار کرو لیکن عقیدہ یہ ہو کہ یہ کس کے ارادے سے ہو گا؟ اللہ جلّ جلالہٗ کے ارادے سے!۔ کہ یہ کس کے حکم سے ہو گا؟ اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم سے!۔ میرے اسباب میں تاثیر کون ڈالتا ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ!۔

قرآن و شریعت ہمارے عقیدے کے محافظ:

قرآن عظیم الشان اور ہماری شریعت کی تعلیمات اسی سے بھری ہوئی ہیں کہ ہمیشہ ہر مقام میں، ہر پہلو میں شریعت ہمارے عقیدے کا تحفظ کرتی ہے،

ہمارے صحیح عقیدے کا تعین کرتی ہے۔ لیکن یہ جب ہو گا جب ہم قرآن و سنت کی تعلیمات سے واقف تو ہو جائیں نہ۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کا ہمیں علم تو ہو جائے نہ۔

ایک شخص، شاید پشتون تھا وہ ہندوستان گیا تھا، پھر اس نے ایک ہندو کو چوک میں پکڑ لیا اور اسے لیٹا کر ہاتھ اس کے باندھ لئے اور اس کو زبردستی کہا کہ اسلام لاؤ، مسلمان ہو جاؤ نہیں تو قتل کرتا ہوں، اور اسلام کا کلمہ پڑھو وہ ہندہ ڈر گیا کہ کہیں سچ میں قتل نہ کر دے تو اس نے کہا کہ اچھا بھائی صاحب مجھے مسلمانوں کا کلمہ بتاؤ کہ میں مسلمان ہو جاؤں، اور یہ مسلمان بھی کبھی نہ کلمہ پڑھا، نا کبھی قرآن پڑھا نہ کبھی مسجد آیا نہ کبھی حدیث سنی نہ کبھی نیک لوگوں میں بیٹھا اور یہ صاحب چوک میں ایک ہندہ کو پکڑ کر مسلمان کر رہا تھا، اب حیران ہو گیا کہ اوہو یہ ہمارے شہر کا مشہور کلمہ تھا یہ بھی مجھ سے بھول گیا۔ یہ ہمارے اسلام کا بڑا کلمہ ہے افسوس کہ مجھ سے بھول گیا۔

اللہ جلّ جلالہٗ کا انتخاب:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ شریعت کہ روز مرہ کہ معمولات کے مسائل سے باخبر ہو مثلاً میں تاجر ہوں، میرے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ مجھے کیسے تجارت کرنی چاہیے؟ میں زندگی کا کوئی اور کاروبار کرتا ہوں تو پہلے یہ چاہیے کہ ہم شریعت کی قانون دیکھ لیں، الحمد اللہ ہمارا یہ دعوہ ہے کہ ہمارا دین اور شریعت قیامت کے دن تک انسان کی روز مرہ زندگی گزارنے کیلئے ایک بہترین قانون

ہے بہترین۔ اور بہترین کیوں نہ ہو کہ اس کو اللہ جلّ جلالہٗ نے انتخاب کیا ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے اس قانون اور شریعت کا انتخاب کیا ہے، ایک میرا اور آپ کا انتخاب ہے اور ایک رب العالمین کا انتخاب ہے ایک اللہ کا انتخاب ہے اس میں خطا نہیں آتی۔ وہ سراسر کامیابی ہے اللہ ہمیں اس کامیابی کی طرف ہمیں متوجہ کر دے آمین اللہ جلّ جلالہٗ اپنی توفیق ہمارے ساتھ شامل حال کر دے کہ یہ بات ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے پھر انشاءاللہ دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔ اور اللہ جلّ جلالہٗ کی قَسم تمام مشکلات کا یہی واحد حل ہے، تمام مشکلات کا۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں عمل کی توفیق عطا کر دے آمین۔

باب نمبر ۵ اھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

اھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ [ا فاتحہ –۵] اللہ جلّ جلالہٗ نے ہمیں اس دنیامیں بھیجاہے اس بات کی تعلیم دینے کیلئے کہ معبود بر حق اور حقیقی رہنما اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔جب انسان اللہ جلّ جلالہٗ کی عبادت کرتا ہے تو خوا مخوا اس کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔تو ان مشکلات اور رکاوٹوں سے نکلنے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ کوئی رہنمائی کردے کہ یہ سیدھاراستہ ہے، ہمیں اب اللہ یہاں ایک دعا سکھارہاہے کہ آپ لوگ جب مشکلات میں پھنس جائیں تو اللہ سے کیا دعاکریں۔

اللہ جلّ جلالہٗ نے کیا کہا؟ **اھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** سیدھا راستہ، ہم کو سیدھے راستہ پر چلا دیں سیدھا راستہ وہ جو اس دنیا کیلئے بھی مفید ہو اور آخرت کیلئے بھی مفید ہو۔ تاکہ دنیاکہ مسائل بھی حل ہو جائیں اور آخرت کے مسائل بھی حل ہو جائیں، یہ ایسا جامع جملہ ہے کہ تمام فوائد کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اس میں ہماری دنیا کی تمام ضروریات جتنی بھی ہماری مشکلات ہیں تمام میں یہ دعاہو کہ اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلادے، **الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** پر چلادے،اور آخرت کیلئے بھی یہی دعاہے۔

الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کس کو کہتے ہیں:

اب **الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** کس کو کہتے ہیں، علماء فرماتے ہیں **الصِّرَاطَ**

الْمُسْتَقِيْمَ اس کو کہتے ہیں کہ بالکل ہموار راستہ، اونچ نیچ جس میں نہ ہو، کھڑھے بھی نہ ہوں اور پہاڑ بھی نہ ہوں بالکل سیدھا ہو، اور **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** اس کو بھی کہتے ہیں کہ منزل مقصود تک پہنچا دے اب یہ **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** جو ہے یہ انسان کی دنیا کہ زندگی کیلئے بھی ضروری ہے اور اسی طرح آخرت کی زندگی کیلئے بھی ضروری ہے۔

آخرت کی زندگی جس کیلئے یہ دنیا کی زندگی مقدمہ ہے اگر ہم نے اس زندگی کو قرآن و سنت کہ مطابق اور شریعت کی مطابق گزارہ تو اس کا بدلہ اور انعام اللہ ہمیں آخرت کی زندگی میں جنت کی صورت میں عطا کریں گے، اور پہلے اللہ تعالیٰ راضی ہونگے، پہلے اللہ کی خوشی حاصل ہوگی اس کے بعد اللہ اپنے بندوں کو انعام میں جنت دیں گے۔ جنت اللہ کی رضا کا مقام ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ اس آیت مبارک میں ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور اس بات کی تعلیم دے رہے ہیں کہ ہر وقت میں اور ہر زمانے میں، ہر حالت میں میری طرف رجوع کرو۔ آپ لوگ اپنی عادت بنالیں کہ جب بھی کسی قسم کا مرحلہ آجائے کسی قسم کی حالت آجائے اس میں میری طرف رجوع کرو۔ میری طرف آنا، کسی قسم کی بھی کشمکش ہو، جس قسم کی بھی تکلیف ہو، رکاوٹ ہو میری طرف رجوع کرو۔ ہر معاملہ میں چاہیے اس معاملے کا تعلق دنیا کے ساتھ ہو یا آخرت کے ساتھ ہو، آپ پر کوئی غم آگیا، کوئی مشقت آگئ تو

میری طرف رجوع کرو، غم اور مشقت میں بھی **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کی تلاش کرو، سیدھے راستے کی تلاش کرو، یہ آپ کی ذمہ داری ہے اس میں آپ کی کامیابی ہے دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔

آپ مال دار ہو گئے، خوشحالی آگئی تو اس میں بھی **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** قرآن و سنت کی تعلیمات کو دیکھو، آپ کی دنیا کی خوشحالی حالانکہ بظاہر دنیا کی خوشحالی ہے لیکن اگر اس خوشی کو **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کے مطابق مکمل کر لی تو یہ دنیا دین میں شمار ہو گا۔ اس میں بھی **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کی تلاش کرو یہ آپ کے ایمان اور آپ کے اس دعوے کہ آپ مومن ہو تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے، شریعت آپ سے مطالبہ کرتی ہے۔ آپ کی خدمت میں یہ عرض کی تھی **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کیا انسان کو اس دنیا میں تمام حالات میں ضرورت ہے۔ فقیر ہو گئے غریب ہو گئے ، مسکین ہو گئے اس میں بھی **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کی تلاش کرو کہ قرآن عظیم الشان اور اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی اس فقر اور غربت کی حالت میں کیا تعلیمات ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی اور ایک عورت کا واقعہ:

مولانا رشید احمد گنگوہی یہ ہمارے اکابر دیوبند میں بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں، بہت بڑے درجے کے ولی اللہ اور بابرکت شخصیت تھے، اللہ ان کی قبر پر بے انتہا رحمتیں نازل کرے آمین۔ ان کیلئے ایک عورت آگئی، وہ عورت

ان کو کہتی ہے کہ جی جب میں اپنے سر کو کنگی کرتی ہوں تو میری مانگ صحیح درمیان میں نہیں نکلتی، تو اس کیلئے مجھے کوئی تعویذ لکھ دیں، تاکہ میری یہ مانگ صحیح نکل آیا کرئے۔

ہماری عورتوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا اتنا فقدان (کمی) ہے کہ نہ ہونے کہ برابر ہے یہ سمجھتیں ہیں ہر بات کیلئے تعویذ موجود ہے۔ ہر کام کیلئے تعویذ! اور پھر تعویذ گروں کے پیچھے پھریں گیں، کبھی ایک تعویذ گر کیلئے جائیں گین وہ ٹھیک ٹھاک پیسے لے لیتا ہے۔ خیر تعویذ جائز ہے، ہمارے معاشرے میں عورتوں کا یہ یقین اور مزاج بن گیا ہے کہ ہر کام کیلئے تعویذ ہو، اب یہ نادان عورت مولانا رشید احمد گنگوہی کو کہتی ہے کہ مجھے مانگ کو صحیح نکالنے کیلئے کوئی تعویذ لکھ دیں، حضرت نے اسے کہا کہ مجھے تو کوئی ایسا تعویذ نہیں آتا، میں تو نہیں جانتا کہ اس کیلئے کونسا تعویذ ہے۔ عورتوں میں ضد بہت زیادہ ہوتی ہے اب وہ بیٹھ گئی کے جی کیسے تعویذ نہیں ہے مجھے خوامخوا تعویذ دیں، حضرت نے سوچا یہ کیسی مصیبت میں پھنس گیا، خیر مولانا صاحب نے سوچا کہ اب کونسا تعویذ لکھوں اور یہ عورت بھی بڑی پریشان تھی، کہ سر کی مانگ نہیں نکلتی، آہا! کاش یہ سوچ پیدا ہو جاتی کہ ایسا تعویذ لکھ دیں کہ اچھی نمازی بن جاؤں، اچھی تلاوت شروع کر دوں، اور ایسا تعویذ لکھ دیں کہ تہجد کیلئے اٹھنا شروع کر دوں۔

مفسریں نے لکھا ہے کہ یہ بہت زیادہ بناؤ سنگار یہ کم عقلوں کا کام ہے، قرآن عظیم الشان جب بناؤ سنگار کو ذکر کرتا ہے تو وہ عورتوں کے باب میں ذکر کرتا ہے تو اس کیلئے مفسریں نے لکھا ہے کہ یہ بہت زیادہ بناؤ سنگار یہ کم عقلوں کا کام ہے، کم عقل لوگ اپنا بہت بناؤ سنگار کرتے ہیں،

تو مولانا صاحب کے ذہن میں اللہ نے ایک مضمون ڈال دیا اور انہوں نے ایک کاغذ پر **اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** لکھ دیا اور اسے دے دیا اور عورت کو کہا کہ یہ سر میں تعویذ ٹانگ دو اور انشاءاللہ اس سے مانگ صحیح نکل آئے گی، وہ عورت بھی اپنے کام میں مخلص تھی اس نے تعویذ لے لیا اور سر میں ٹانگ لیا، اور جب اس کے بعد مانگ نکالی تو مانگ بہت سیدھی نکلتی تھی۔ یہ مولانا صاحب کی برکت اور ولایت کی شان تھی اور عورت کا بھی اپنے کام میں اخلاص تھا۔

تو اس کا مقصد یہ تھا کہ زندگی کہ ہر لمحے میں، ہر مرحلے میں بس اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف رجوع کریں، اللہ جلّ جلالہٗ سے سیدھے راستہ کا سوال کرنا، اپنی عاجزی اور اپنی کمزوری اللہ جلّ جلالہٗ کو دیکھانا ہے۔ جب ہم ایسے عمل کریں تو انشاءاللہ، اللہ رب العالمین کی رحمت کے دروازے کھل جائیں گے، مہربانی اور فضل کے دروازے کھل جائیں گے۔ اب ہم اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف رجوع کریں، اللہ جلّ جلالہٗ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کے میری طرف رجوع کرو۔ زندگی میں دو راستے ہیں آپ کو پتہ نہیں چل

رہا کہ کونسا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہے اور کونسا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ نہیں ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ سے سوال کرو، اللہ جلّ جلالہٗ کو زاری کرو اپنا عجز اور اپنی کمزوری اللہ جلّ جلالہٗ کو پیش کرو۔ انشاءاللہ غیبی طریقے سے اللہ جلّ جلالہٗ آپ کی رہنمائی کر دیں گیں۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں اور یہ شکایت کرتے ہیں کہ دنیا میں فسق وفجور کا سیلاب چل رہا ہے اور ہر طرف بے دینی اور اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی مخالفت ہے، ہر طرف شیطان کی دوستی ہے۔ ماحول خراب، جب گھر سے نکلو تو نظر کی حفاظت نہیں ہوتی، دنیا میں اللہ جلّ جلالہٗ اور اللہ جلّ جلالہٗ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کی چادر ڈلی ہوئی ہے، حرام خوری، رشوت خوری، دھوکا، جھوٹ کونسا معاملہ ہے کہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ ایک مسلمان اور مومن یہ خیال کرتا ہے کہ ہر طرف اتنا ماحول خراب ہے تو اس خراب ماحول میں کیسے میں اپنی اصلاح کر لوں، اور یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے، اگر میں چاہوں کہ میں متقی اور دین دار بن جاؤں تو مجھے قسم قسم کی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا ہو گا جسکا میں مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ تو یہ مسلمان اور مومن اپنے تقویٰ اور اللہ جلّ جلالہٗ کی بندگی سے مایوس ہو جاتا ہے۔

اب اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس آیت مبارکہ میں ہمیں اس مایوسی کا علاج بتارہے ہیں کہ فطرت اور انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ جب بھی یہ مغلوب ہو جاتا ہے تو پھر اس کی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ غالب اور خود سے مضبوط کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب آپ جو ماحول میں مغلوب ہیں، دوستوں کی نشست اور برخاست میں مغلوب ہیں، تو اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس آیت مبارکہ میں ہمیں اس مایوسی کا علاج بتا رہا ہے کہ میری طرف آجاؤ نہ، اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ مجھ سے سوال کرو، میری طرف رجوع کرو، کہ میں تمہارے راستے کھول دوں۔

مولانا عبدالحی عارفی صاحب وہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں کھڑے ہونگیں اور یہ ہمارا ایمان اور پورا یقین ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے سامنے تمام انسان اولیں اور آخرین کھڑے ہونگیں اور ہماری تمام زندگی جتنی بھی گزارلی ہے، چاہے اچھی گزری ہے یا بُری گزری ہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہم تمام کو بُری زندگی سے محفوظ کردیں آمین) تو اللہ جلّ جلالہٗ اس کی ہم سے باز پُرس اور سوال کرئے گا۔

تجارت کی تھی کیسے کی تھی، روزگار کیسے حاصل کیا تھا، غیبت کیوں کی تھی، جھوٹ کیوں بولا تھا، ایک مسلمان کو دھوکہ کیوں دیا تھا، اور خود کو زبان کے گناہوں سے کیوں نہیں روکا تھا، خود کو کان کے گناہوں سے کیوں نہیں روکا تھا۔

ہمارے نوجوان جب موٹر سائیکل یا گاڑی میں بیٹھے ہوں تو کانوں میں ہیڈ فون (Head Phone) لگا یا ہوا ہوتا ہے اور پھر گانے سنتے رہتے ہیں، اگر اللہ نہ کرے اس وقت موت آگئی تب اور روح قبض ہو رہی ہو اور روح اللہ کی طرف جا رہی ہو گی، بندے سے الگ ہو رہی ہو گی لیکن ایسے حال میں کہ گانے لگے ہوئے ہونگیں اور ایسے وقت میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ ایک انسان انتقال کر رہا ہو تو اسے نہ کہیں کہ کلمہ پڑھو یہ بہت سخت حالت ہوتی ہے اسے مت کہو بلکہ خود کہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت خود پڑھیں کہ مریض کو یاد آجائے اور وہ بھی پڑھ لے کیونکہ یہ اس کا آخری وقت ہے۔

تو ان تمام باتوں کا اللہ ہم سے قیامت کے دن سوال کریں گے۔ تو ہم اللہ کو کہیں گے کہ ائے اللہ ماحول خراب تھا، ہر طرف فسق و فجور کی چادر ڈالی ہوئی تھی، حرام خوری، رشوت خوری اور دھوکے کا بازار گرم تھا ہر طرف یہ آگ لگی ہوئی تھی ائے اللہ اس آگ سے میں نے خود کو کیسے بچایا ہوتا یہ میرے لیے ممکن ہی نہیں تھا اور میں مایوس تھا، اللہ جلّ جلالہ کہے گا آپ کی یہ تمام باتیں ٹھیک ہیں لیکن آپ نے میری طرف کیوں رجوع نہیں کیا، آپ نے کہیں بھی قرآن پاک کی تعلیمات پر خود سمجھنے کی کوشش کی تھی، میں نے تو بہت پہلے

آپ کو پیغام بھیجا تھا، بہت پہلے چودہ سو سال (۱۴۰۰) پہلے یہ قرآن پاک اور پیغمبر علیہ السلام کی احادیث کی صورت میں آپ کو پیغام بھیجا تھا۔ آپ کو تو پہلے پیغام بھیجا تھا کہ جب بھی آپ پر کبھی ایسی مشکل آجائے تو میری طرف رجوع کرو، میں ہر چیز پر قادر ہوں، دنیا کا تمام نظام، تمام حالات، تمام انسان، تمام مخلوقات میرے قبضہ قدرت میں ہیں میری طرف کیوں رجوع نہیں کیا؟ اور پھر قیامت میں ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہو گا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ:

قرآن عظیم الشان میں اللہ جلّ جلالہٗ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں یہ عرض کی تھی کہ یہ قرآن پاک کوئی قصوں کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں تاریخ بیان ہے۔اس میں انبیاء علیہ السلام کے جو قصے ہمیں بیان ہوتے ہیں اس میں ہماری پوری زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہوتا ہے، اس کیلئے اس نسخہ کیمیا ہوتا ہے اس سے ہماری ہر قسم کی مشکلات (دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی) حل ہوتی ہیں۔ (واقعہ تو تفصیلی ہے لیکن یہاں مختصر بیان ہو رہا ہے)

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے چلے گئے تھے اور کشتی میں بیٹھ گئے، کشتی طوفان مین پھنس گئی، خیر قرعہ اندازی ہوئی اور اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام آگیا، اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم سے حضرت یونس علیہ السلام نے دریا

میں چھلانگ لگادی اور اللہ جلّ جلالہٗ نے ان کیلئے ایک مچھلی تو تیار کیا ہوا تھا اور آپ علیہ السلام سیدھا مچھلی کے منہ میں چلے گئے اور مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا، اب آپ لوگ دیکھیں یہ کتنی مشکل تھی کے آپ مچھلی کے پیٹ میں چلے جائیں اور آپ کے نکلنے کا کوئی امکان نہ ہو مچھلی کا پیٹ ہو اور دریا ہو تو کیا اس سے سخت مشکل ہو گی ؟ ، اللہ جلّ جلالہٗ کے علم میں ہو گی لیکن ہماری عقل میں تو نہیں ہے کہ مچھلی کا پیٹ ہو اور دریا ہو اور نکلنے کی بھی کوئی صورت نہیں نظر آتی تو یہ سخت مشکل ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اس وقت کس کی طرف رجوع کیا؟ اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف رجوع کیا! "فنادیٰ ظلمات ان لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین" اندھروں میں حضرت یونس علیہ السلام اللہ کو پکار رہے ہیں، یا اللہ، یارب العالمین، اۓ میرے خالق آپ نے مجھے بھی پیدا کیا اور اس مچھلی کو بھی پیدا کیا ہے اور یہ دریا بھی آپ نے پیدا کیا ہے اور میں مچھلی کے پیٹ میں ہوں تو یہ سب کچھ اۓ اللہ آپ نے پیدا کیا ہے، اور آپ کے ارادے اور آپ کی مشیّت سے میں اس مچھلی کے پیٹ میں آیا ہوں، اور مجھ سے کچھ اجتہادی خطا ہو گئی ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر میں اپنی قوم سے الگ آگیا ہوں "لا الہ الا انت" آپ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، آپ کے سوا کوئی اور مشکلات سے نکالنے والا نہیں ہے" لا الہ الا انت سبحانك" اۓ

اللہ آپ کیلئے پاکی ہے میں تو ایک بندہ ہوں آپ کی مخلوق ہوں سبحانک آپ ہر قسم کے نقصان سے پاک ہیں" انی کنت من الظالمین "مجھ سے زیادتی ہو گئی ہے، کہ میں اپنی قوم سے آپ کی اجازت کے بغیر آگیا ہوں، اجتہادی خطا ہو گئی ہے۔

یہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ کو پکار رہے ہیں، کہاں سے پکار رہے ہیں؟ دریا میں مچھلی کے پیٹ سے جہاں سے نکلنے کا امکان ہی نہیں ہے، اور اپنی اجتہادی خطا کا اطراف بھی کر رہے ہیں "انی کنت من الظالمین "ائے اللہ مجھ سے زیادتی ہو گئی ہے ! اللہ کہتا ہے" فاستجبنا له فنجینا من الغم " اللہ اکبر! یہاں حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے سامنے عجز جوش میں آرہا ہے اور وہاں لامکان میں اللہ کی رحمت اور اللہ کا فضل جوش میں آرہا ہے " فاستجب لانہو "میں نے دعا قبول کرلی " فلجینا من الغم "میں نے غم سے نجات دے دی، اس مصیبت اور تکلیف سے۔

اللہ جلّ جلالہ ہمیں تعلیم دے رہے ہیں کہ ہر مشکل کیلئے، چاہے دنیا کی مشکل ہو یا آخرت کی مشکل ہو مجھے آواز کرو، مجھ سے مانگو میں قادر مطلق ذات ہوں، میں قدرت بنانے والا ہوں، میں واحد لاشریک ہوں، کسی کی بھی طاقت کسی کی بھی قوت مجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتی، آپ میری غلام ہو میں تمہارا آقا ہوں، اور غلام کی یہ فطرت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے آقا کی طرف رجوع کر رے۔

مومنین کو بھی نجات:

اب آپ کے ذہن میں آئے گا کہ یہ تو اللہ جلّ جلالہٗ کے ایک مقرب پیغمبر تھے، تو اگر اللہ ان کو نجات نہیں دیتا تو کس کو دیتا؟ خوا مخوا اللہ نجات دیتا۔ اللہ جلّ جلالہٗ ہم آپ کا اعتراض ختم کرتا ہے، بعض فلسفی لوگ بھی اعتراض کرتے ہیں، اللہ ہم آپ کا اعتراض ختم کرتا ہے اللہ جلّ جلالہٗ کہتا ہے "كذالك ننج المومنين "اسی طرح میں مومنین کو نجات دیتا ہوں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب مومنین جب مچھلی کے پیٹ میں ہوں اور تب اللہ انہیں نجات دیگا نہیں نہیں بلکہ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں زندگی کی مشکلات کے حل کا نسخہ سکھا رہا ہے "كذالك ننج المومنين "اسی طرح میں مومنین کو نجات دیتا ہوں۔

اب اگر کوئی پریشانی آپ پر آگئی تو آپ کے ساتھ ایک بہترین ہتھیار موجود ہے، ایک طاقتور ہتھیار موجود ہے، وہ ہتھیار ایمان ہے اور وہ اس ایمان کی طاقت سے، ایمان کی نورانی کیفیات سے اللہ سے دعا کریں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کہتا ہے "كذالك ننج المومنين "اسی طرح میں مومنین کو نجات دیتا ہوں۔

چالیس دن صراط المستقیم کی دعا:

اس آیت مبارک میں اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس بات کی تلقین دے رہے ہیں کہ جیسی بھی مشکل آپ پر آگئی ہو اس میں میری طرف رجوع کرو۔ آپ دعا کرو نہ، علماء فرماتے ہیں حضرت تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے

کہ چالیس (۴۰) دن آپ صراط المستقیم کی دعا کرو، کیسی دعا؟ ایسے نہ ہو کہ ہاتھ مسجد میں ہوں اور دل دکان میں، نہیں نہیں ایسی دعا نہیں صحیح خشوع کے ساتھ دعا کرو خضوع کے ساتھ عجز کے ساتھ دعا کریں اور اگر رونا آتا ہو تو کچھ انسوں بہالیں اگر رونا نہیں آتا تو رونے کی شکل بنالیں، اللہ تعالی کو شکل بھی پسند ہے۔" رحمت حق بہانا می جود " اللہ کی رحمت ایسے ہی بہانے مانگتی ہے۔ اس لیے رونے کی شکل بنالیں۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ آپ چالیس (۴۰) دن خشوع و خضوع (عاجزی، گڑگڑانا) اور عجز و نیاز کے ساتھ رب العالمین جلّ جلالہٗ سے صراط المستقیم کا سوال کرو، جیسی بھی مشکل ہو انشاءاللہ چالیس (۴۰) دن بعد آپ پر رحمت اور فضل کے دروازے کھل جائیں گے۔ اگر دنیاوی مشکل ہو وہ بھی حل ہو جائی گی، اگر کیسی گناہ میں مبتلہ ہو اور نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو اس سے بھی اللہ نکال لے گا، آپ کی زندگی میں ایک انقلاب آجائے گا، خوشگوار انقلاب آئے گا، اطمنان والا انقلاب آئے گا اللہ آپ کو ایک نئ زندگی عطا کر دے گا انشاءاللہ۔ اس آیت مبارک میں ہمیں کیا تعلیم ہے؟ اللہ جلّ جلالہٗ سے مانگین ہم تو غافل ہیں، میں اپنا بتارہاہوں کہ ہم غافل ہیں اور غفلت کی وجہ سے اللہ ہماری دعائیں بھی قبول نہیں کرتا۔ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں سیدے راستے پر چلا دیں اللہ ہمیں صراط المستقیم پر چلادیں اور دعا دعا پوری نہیں ہوتی تو مطلب یہی ہے کہ ہماری غفلت ہے۔

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا بیان میں یہ عرض کی ہے کہ انسان کو صراط المستقیم کی سیدھے راستہ کی ہر وقت میں ضرورت ہے۔ جتنا انسان زندگی گزارتا ہے، زندگی کہ ہر لمحے میں، ہر قدم میں، ہر وقت میں انسان کو صراط المستقیم کی ضرورت ہے۔ اگر ایک انسان کو اللہ جلّ جلالہٗ صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق دے دے اور وہ صراط المستقیم پر چلنا شروع کر دے تو یہ ضرور منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ دنیا میں بھی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا اور آخرت میں بھی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اور دنیا کی کامیابی اور فلاح بھی اللہ جلّ جلالہٗ اسے دے دیں گیں، اور آخرت کی کامیابی اور فلاح بھی اللہ جلّ جلالہٗ اسے دے دیں گیں۔

مریض وطبیب دونوں صراط المستقیم کے محتاج:

ایک انسان بیمار ہو جائے تو یہ کہے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ مجھے صراط المستقیم دیکھا دیں، وہ یہ کہ ایک اچھے، ماہر ڈاکٹر کیلئے مجھے رہنمائی کر دیں، اور اگر ایسے ہی کسی فضول ڈاکٹر کیلئے چلے گئے جو کچھ سمجھتا تو ہے نہیں تو وہ علاج کیا کرے گا ہو سکتا ہے مزید بیماریاں بھی پیدا ہو جائیں۔

اسی طرح ایک ڈاکٹر اپنی ڈاکٹری میں، ایک معالج اپنے علاج میں بھی صراط المستقیم کا محتاج ہے اور اسے بھی چاہیے کہ اللہ جلّ جلالہٗ سے یہ سوال کرے کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ میں اپنی ڈاکٹری میں صراط المستقیم کا محتاج ہوں،

میرے لئے بیمار آتے ہیں اے اللہ جلّ جلالہٗ بیمار کی صحیح بیماری پر مجھے سمجھ آتا کر دیں ایسے نہ ہو کہ کہیں اس کو ایک بیماری ہو اور میں اس کا کسی دوسری بیماری کا علاج کرلوں جو بالکل ہو ہی نہ۔ اسی طرح اے اللہ جلّ جلالہٗ میں جو دوائی تجویز کروں اے اللہ مجھے اس میں صراط المستقیم دیکھا دیں، مجھے صراط المستقیم کی رہنمائی کر دیں، ایسی دوائی میرے ذہن میں ڈال دیں کہ اس مریض کا ظاہری علاج ہو جائے، باقی شفاء تو آپ ہی کہ پاس ہے۔ لیکن میرا علاج ظاہری طور سے اس کی بیماری کے مطابق ہو۔

روزگار، ملازمت میں صراط المستقیم کے محتاج:

اسی طرح ایک شخص روزگار اپناتا ہے، تاجر ہے، دکان دار ہے، ملازم ہے، افسر ہے یہ تمام بھی صراط المستقیم کے محتاج ہیں۔ اب روزگار میں ملازمت میں افسری میں ان میں دو صورتیں (جہت، طریقے) ہیں، ایک حلال اور دوسرا حرام، تو جب روزگار کرتے ہیں تو دعا کہ اے اللہ جلّ جلالہٗ مجھے حلال روزگار کے اسباب مہیا کر دیں اور حرام روزگار سے مجھے محفوظ کر دیں، اے اللہ جو روزگار مجھے فائدہ مند ہو نفع مند ہو اے اللہ جلّ جلالہٗ مجھے اس کی رہنمائی فرمادیں، اور بے فائدہ اور بے نفع روزگار سے مجھے پناہ عطا کر دیں۔

آپ لوگوں کی خدمت میں یہ عرض کر دی کہ انسان اس زندگی میں قدم قدم پر، لمحہ لمحہ صراط المستقیم کا محتاج ہے۔ اور محتاج کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ طاقتور سے مدد مانگتا ہے۔ اور سب سے زیادہ طاقتور، عزیز اور غالب

اور قہار اور حکیم ذات وہ رب العالمین جلّ جلالہٗ کی ہے، کے طاقت بھی بے پنا ہے اور قوت بھی بہت زیادہ ہے کہ ہماری عقلیں اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا علم اور اللہ جلّ جلالہٗ کی سمجھ تمام کاموں سے خبر دار ہے، خبر دار چاہے ماضی ہو یا حال ہو یا مستقبل ہو، ہمیں تو مستقبل کا پتا نہیں چلتا کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر، یہ اللہ جلّ جلالہٗ کو معلوم ہے۔

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم کیوں؟ :

ایک مسلمان اور مومن کو اللہ جلّ جلالہٗ صراط المستقیم کی دعا جو سیکھا رہے ہیں اور اس طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ مجھ سے صراط المستقیم کا مطالبہ کرو، مجھ سے مانگو یہ نہیں کہ صرف ہم کو اس طرف متوجہ کیا ہے اور اس کی صرف تعلیم دی ہو بلکہ یہ دعا کرنا ہم پر ضروری اور لازم کر دیا ہے۔ کیونکہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا یہ لازمی، واجب اور ضروری ہے اور جب سورۃ فاتحہ پڑھیں گیں تو خوا مخوا یہ دعا کریں گے کہ "اھدنا صراط المستقیم" یہ اتنی جامع، پوری اور کامل دعا ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس دعا کی طرف متوجہ بھی کر رہے ہیں اور متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ نے ہم پر یہ دعا کرنا لازم بھی کی ہے۔ اسلئے کہ! انسان تم تو نہیں جانتے نادان ہو اپنی آخرت اور انجام سے باخبر نہیں ہو تو مجھ سے مانگو "اھدنا صراط المستقیم"۔

نماز مومن کی معراج ہے:

رسول اللہ مبارک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، حدیث مبارک میں آتا ہے۔ جب ایک مسلمان اور مومن نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے اور سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو جب یہ زمین پر کہتا ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿﴾ تو آپ کی خدمت میں یہ عرض کر لوں کہ نماز مسلمان کی معراج ہے یہ اللہ کے ساتھ ملاقات ہے اور اللہ کے ساتھ باتیں کرنا ہے۔ اللہ غافل نہیں ہے، تمہارے عمل سے بے خبر نہیں ہے، آپ جب کہتے ہو کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿﴾ اللہ لامکان میں آپ کے اس جملے کا جواب دیتا ہے " حَمِدَنِیۡ عَبۡدِیۡ "کہ میرا بندہ میری تعریف کر رہا ہے، بلکہ جب آپ نے اللہ کی تعریف کی تو اللہ نے قبول کر لی اور اللہ آپ کی قبولیت کا جواب دے رہا ہے " حَمِدَنِیۡ عَبۡدِیۡ "میرا بندہ میری تعریف کر رہا ہے، میری شان کے مناسب تعریف کر رہا ہے، سبحان اللہ کتنی بڑی بات ہے کہ ہمارے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿﴾ کی طرف اللہ متوجہ ہے اللہ جلّ جلالہٗ سن رہا ہے اور ساتھ ساتھ جواب بھی دے رہا ہے " حَمِدَنِیۡ عَبۡدِیۡ "میرا بندہ میری تعریف کر رہا ہے، اور بہترین صفت استعمال کر رہا ہے۔

انسان کا کمال عبدیت ہے :

عبد !، انسان کی سب سے بڑی صفت، صفت عبدیت ہے، بڑی

صفت کہ جب انسان عبد بن جائے جب بندہ بن جائے اور بندگی کامل ہوگئی بس یہی انسان کا کمال ہے یہی انسان کی بڑی سے بڑی شان ہے کہ وہ عبد بن جائے "سبحان الذی اسرٰی بعبدہ "پیغمبر ﷺ جب معراج کیلئے تشریف لیے گئے تھے تو اللہ تعالی نے معراج کے واقعے میں پیغمبر ﷺ کی صفتوں سے صفت عبدیت ذکر کی" سبحان الذی اسرٰی بعبدہ "عبدیت، بندگی یہ بہت کامل چیز ہے۔

جب کہیں الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اللہ جلّ جلالہٗ آپ کو لامکان میں جواب دیتے ہیں "اَثْنٰی عَلَّی عَبْدِیْ " میرے بندے نے میری ثناء کی، میری شان رحمت ذکر کی میرا اقرار رحمٰن اور رحمانیت پر کر لیا "اَثْنٰی عَلَّی عَبْدِیْ " آپ کی یہ ثناء اللہ نے قبول کر لی اور آپ کو ثناء کا جواب بھی دے رہا ہے، اور یہ میں نہیں کہہ رہا یہ پیغمبر علیہ السلام مبارک کی حدیث ہے۔

جب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾ کہیں تو اللہ جلّ جلالہٗ آپ کو لامکان میں جواب دیتے ہیں "مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ " میرے بندے نے میری بزرگی، بڑائی اور عظمت بیان کی، سبحان اللہ "مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ " اس لئے کہ اقرار کر لیا کہ اللہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے، سزا و جزا اور قیامت کے دن کا مالک رب العالمین جلّ جلالہٗ ہے۔"مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ " اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی سبحان اللہ آپ کا یہ قول اللہ کے دربار میں اتنا

قبول ہوا کہ اللہ آپ کی طرف متوجہ ہے اور آپ کو جواب دے رہا ہے "مَجَّدَنِیۡ عَبۡدِیۡ "اور اپ کیلئے صفت عبدیت ثابت کر رہا ہے۔

جب کہیں اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اللہ جلّ جلالہٗ آپ کو لا مکان میں جواب دیتے ہیں "ھٰذَا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ عَبۡدِیۡ "یہ جملہ میرے اور میرے بندے کے بیچ مشترک ہے۔ سبحان اللہ ، اللہ جلّ جلالہٗ کی کیسی عجیب شان ہے اور کتنی مہربان ذات ہے ، عبادت کے وقت اللہ کی رحمت کی باقاعدہ بارش ہوتی ہے ، آپ دیکھیں کے اللہ آپ کے ایک ایک جملہ کیلئے متوجہ ہے ، آپ کے ایک ایک جملہ کا بہترین انداز میں کامل جواب دیتا ہے لھذا " ھٰذَا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ عَبۡدِیۡ " اِیَّاكَ نَعۡبُدُ کہا تو اللہ کہتا ہے یہ جملہ میرا ہے کیونکہ انسان کیا کہتا ہے؟ خاص آپ کیلئے عبادت کرتا ہوں یارب العالمین۔

اللہ کہتا ہے یہ میری معبودیت ،میری ربوبیت کا اقرار کر رہا ہے اور اپنی عبدیت کا اقرار کر رہا ہے ، تو یہ الفاظ کتنے مقبول ہیں اللہ کے دربار میں ، سورۃ فاتحہ پورا خزانہ ہے خزانہ۔ اور دوسرا جملہ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ ہم خاص اللہ آپ سے مدد مانگتے ہیں ، آپ مددگار ہیں آپ ہمارے ناصر ہو ، ہمارے حافظ آپ ہو ائے اللہ آپ سے مدد مانگتے ہیں ۔ اللہ کہتا ہے یہ میرا بندا ہے اور یہ مجھ سے مدد مانگ رہا ہے تو میں مستعین ہوں میں مدد کروں گا۔

اللہ کا وعدہ:

حدیث مبارک میں نبی علیہ السلام کہ جب ایک مسلمان اور مومن نماز میں کہتا ہے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ دعا کر رہا ہے اللہ کی طرف متوجہ ہے کیا کہتا ہے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ اللہ جلّ جلالہٗ ائے بندہ، ائے مجھ سے توجہ سے مانگنے والے، میرے دربار کے سوالی، میرے دربار کے بھکاری بن گئے، میرے دربار میں اور مخلوق کا دربار چھوڑ دیا، محتاجوں کا دربار چھوڑ دیا مجھ سے مانگ رہے ہو اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ مانگ رہے ہو، دنیا کے کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی، اللہ کہتا ہے میرا آپ کے ساتھ وعدہ ہے آپ کی دعا میں قبول کروں گا۔ جو مجھ سے مانگتے ہو میں وہ دوں گا آپ کی شان اور حال کے مناسب۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، نہیں نہیں دعا آپ کے حال کے مطابق قبول ہوتی ہے۔ اللہ کہتا ہے آپ کی شان اور آپ کے حال کے مطابق جزا دوں گا۔

ممکن اللہ ہمیں جواب نہ دیتا ہو:

دیکھیں ہم بھی دعا کرتے ہیں نہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں، لیکن ممکن ہمیں اللہ ایسے جواب نہ دیتا ہو، بعض لوگ تو سورۃ فاتحہ شروع کر لیں تو بس بیچ میں وقف نہیں کرتے جب تک مکمل نہ کر لیں، ایک تو ہم معنی بھی نہیں جانتے، اور بعض لوگ تین تین مہینوں میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہیں اور رہم اس پر

سمجھتے ہی نہیں ہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو یاد نہیں ہے، اخلاص بھی نہیں ہے، ہم اتنا وقفہ بھی نہیں کرتے کہ اللہ ہماری باتوں کا جواب دے دیں اور لگے ہوتے ہیں، جلدی جلدی، ارے تھوڑا اللہ کے جواب کا انتظار تو کرو۔

اور یہ مسئلہ: سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے، اور خاص کر رمضان میں جو ہم دوڑ لگاتے ہیں اللہ اپنا فضل کرے (اس پر پھر کبھی بات کریں گیں انشاءاللہ) مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے۔ جب کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو تھوڑا وقف کریں کہ اللہ جواب تو دے دے نہ کہ "حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ" جب الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہیں تو تھوڑا وقف کریں کہ اللہ جواب دے۔ ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے۔ اور آپ ایسے لگے ہوں جلدی جلدی کام ختم کرتے ہیں تو مشکل ہے کہ اللہ ہمیں جواب دیتا ہو، پھر جواب کا وعدہ بھی نہیں ہے کیونکہ آپ انتظار ہی نہیں کرتے۔

باب نمبر ۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

شیخ اکبر ابن عربی کی تلاوت فاتحہ:

شیخ اکبر، ابن عربی یہ بہت بڑے عالم گزرے ہیں انہوں نے قرآن پاک کی ایک ہزار (۱۰۰۰) جلدوں میں تفسیر لکھی تھی اور صرف سورۃ فاتحہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پر پچیس (۲۵) جلدیں تھیں اتنا علم اللہ نے انہیں دیا تھا۔ اللہ ہمیں بھی ایسا علم نصیب کرے آمین۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہہ لوں پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں کہتا جب تک میرا دل میرا دماغ اور میرا یقین یہ تسلیم نہ کرلے کہ اللہ نے مجھے جواب دے دیا ہے۔ جب مجھے سو فیصد (۱۰۰٪) یہ یقین آجائے کہ اللہ نے مجھے جواب دے دیا ہے اور باطنی کیفیات اور جزبات مجھے یہ کہہ دیں کہ اللہ نے جواب دے دیا ہے تب میں الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہوں، اور پھر انتظار کرتا ہوں جب مجھے پورا یقین آجائے کہ اللہ نے مجھے جواب دے دیا ہے "اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ" اسی طرح میں باقی آیات میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے حاصل کرنے کا طریقہ:

یہ بات سن لیں اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا ایک اور نکتہ قابل غور

ہے۔ اور نہایت اہم اور ضروری ہے اس حیثیت سے کہ ہم مسلمان ہیں اور قرآن پاک پر ہمیں ایمان ہے۔اب یہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے حاصل کرنے کا طریقہ کہاں ہے، عملی طور سے ہمیں اس کیلئے کیا کرنا چاہیے؟ اللہ جلّ جلالہٗ اس کی بھی رہنمائی کرتے ہیں اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے بعد اللہ جلّ جلالہٗ فرماتے ہیں صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۞ اس آیت سے ہمیں پتہ چل گیا کہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کیلئے دو باتیں ضروری ہیں۔

ایک اللہ کی کتاب، کتاب اللہ، اللہ کی کتاب قرآن پاک الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہم قرآن پاک سے حاصل کریں گیں اللہ کی پیاری کتاب اور دوسری بات رجال اللہ، اللہ کے لوگ جو قرآن پاک کو سمجھتے ہیں اور قرآن پاک کے ماہر ہیں اسی لیے اللہ جلّ جلالہٗ فرماتے ہیں اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اے اللہ ان لوگوں کوراستہ جن پر آپ نے انعام کیا ہے۔

اللہ نے کن پر انعام کیا؟:

اس آیت کی تفسیر اور تشریح غالباً صورت نساء میں ہے "اولئك الذين انعمت عليهم من نبيين وصديقين و شهدا وصالحين وحسن اولئك رفيقاً "اللہ نے جن پر انعام کیا ہے وہ چار جماعتیں ہیں۔

ایک انبیاء علیہم السلام کی ہے

اور دوسری جماعت صدیقین کی ہے

تیسری جماعت شہدا کی ہے

اور چوتھی جماعت صالحین کی ہے۔

کیا میں انعمت علیہم میں ہوں ؟:

تو یہ ایک جانچنے کیلئے کسوٹی ہے ، ایک معیار ہے، کہ میں کتنا انعمت علیہم میں ہوں ؟ کیا میں انبیاء کر راستے پر چل رہا ہوں ؟، یا صدیقین کے راستے پر چل رہا ہوں ؟، یا شہدا کے راستے پر چل رہا ہوں ؟ یا میں صالحین کے راستے پر چل رہا ہوں ؟ تو بس یہ ایک معیار ہے۔

انبیاء علیہم السلام کون تھے ؟:

انبیاء علیہم السلام وہ اللہ جلّ جلالہٗ کے برگزیدہ پیغمبر تھے ، اللہ جلّ جلالہٗ کے بندے تھے ان پر اللہ جلّ جلالہٗ نے کتابیں نازل کی تھیں۔ باقاعدہ شریعتیں انہیں دی تھیں۔

صدیق کس کو کہتے ہیں ؟:

نبی کے بعد مرتبہ صدیق کا ہے، صدیق کس کو کہتے ہیں ؟ کہ جو بالکل مکمل ظاہراً بھی اور باطناً بھی پیغمبر کا کامل متبع ہو اور اس امت میں صدیقین بہت ہیں لیکن صدیق اکبر، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

شہدا کن کو کہتے ہیں ؟:

دوسرے شہدا، شہدا ان کو کہتے ہیں جنہوں نے اللہ جلّ جلالہٗ کے دین کیلئے، دین کی سربلندی کیلئے اپنی جان اللہ جلّ جلالہٗ کے دین پر قربان کر دی ہو تو وہ شہدا ہیں۔

صالحین کون ہیں ؟:

صالحین اس کو کہتے ہیں، کہ جس کو اللہ جلّ جلالہٗ نے نیک اعمال کی توفیق دی ہو، اور گناہوں سے اللہ نے انہیں محفوظ کیا ہو۔

قرآن پاک اور صالحین کی صحبت:

اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس آیت میں کہتا ہے کہ اگر آپ صراط المستقیم پر چلتے ہو، تو کتاب اللہ کی تعلیمات کو اپناؤ، قرآن پاک کا علم حاصل کرو، کوشش کرو کہ معاشرے میں اللہ کا یہ پیغام قبول کرلو، اور صالح اور نیک لوگوں کی صحبت اور اٹھنا بیٹھنا اختیار کرو تب انشاءاللہ آپ کو صراط المستقیم مل جائی گی۔ بعض سواریاں دو بعض تین اور بعض سواریاں چار پیوں پر چلتی ہیں، تو اسی طرح صراط المستقیم پر چلنے کیلئے بھی دو راستے ہیں، قرآن پاک اور صالحین کے ساتھ صحبت، ان کی صحبت میں شامل ہونا، بس انشاءاللہ انسان صراط المستقیم پر چلنا شروع کر دے گا۔

قابل قدر جذبہ:

بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں، ان کا جذبہ بہت قابل قدر ہے،

بہت قابل احترام ہے ماشاء اللہ ان کو قرآن پاک کے ساتھ محبت ہے، دین کے ساتھ محبت ہوتی ہے یہ جذبہ بہت قابل احترام اور قابل قدر ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ بس قرآن پاک کے ترجمے چھپ چکے ہیں، علماء مفسرین، محدیثین نے قرآن پاک اور شریعت کی تعلیمات کے اردو یا انگریزی زبان میں یا کسی دوسری زبان میں ترجمے کئے ہیں، تو جب قرآن پاک موجود ہے اور اس کے ترجمے موجود ہیں، تفسیریں موجود ہیں فلھذا اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم علماء، مفسریں یا اللہ والوں کیلئے جائیں بس یہی ترجمے ہمارے لئے کافی ہیں اور اللہ جلّ جلالہٗ ہمیں اس بات کی تاکید کر رہے ہیں کہ نہیں خوامخوا جس نے قرآن کا علم حاصل کیا ہو ان کے ساتھ بیٹھو گے اور ان سے سیکھو گے۔ کیوں؟

پیغمبر علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کو بھیجنے کی ضرورت:

اگر ایسا ہوتا تو پیغمبر علیہ السلام یا اور انبیاء کو بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ سیدھا کسی قوم کیلئے اپنی کتاب بھیج دیتا تو کافی تھا، لیکن اللہ کہتا ہے نہیں نہیں صراط المستقیم کیلئے صرف سٹڈی (Study) ہمارے دوست اسے سٹڈی کہتے ہیں، تو صرف مطالعہ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت میں اگر آپ کو قرآن پاک کی تفسیر میں کہیں پھنس گئے تو آپ تو علماء کیلئے نہیں جاؤ گے اور اللہ والوں کیلئے نہیں جاؤ گے، کسی مفسر کیلئے نہیں جاؤ گے اور خود پھنس چکے ہو گے، آپ کے علم نے جواب دے دیا ہو گا تو اب خوامخوا اپنی عقل سے کام لو گے اور آپ

کی عقل ناقص ہے ہو سکتا ہے کہ آپ غلط ہو جاؤ اور جب خطا ہو گئے تو پھر خود بھی گمراہ ہو جاؤ گے اور آپ کی بات جس نے مانی وہ بھی گمراہ ہو جائے گا۔ تو خوا مخوا صراط المستقیم کیلئے اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنا اور ان سے قرآن پاک کی تعلیمات کو یاد کرنے سے انشاءاللہ پھر آپ دیکھیں آپ کی زندگی بدلتی ہے یہ نہیں۔

صرف قرآن پاک کے ترجموں پر اکتفانہ کریں:

صرف قرآن پاک کے ترجموں پر اور تفاسیر پر اکتفانہ کریں، یہ بھی نہیں کہتے کہ ہم لوگوں کو قرآن پاک سے روکتے ہیں، استغفر اللہ، کہ بس قرآن پاک صرف مولویوں کا ہے، نہیں نہیں یہ تمام مسلمانوں کی کتاب ہے سب نے اس پر ایمان لایا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ کوئی قرآن پاک کے ٹھیکے دار تو نہیں ہیں نہ، ہم بھی کہتے ہیں کہ جی بالکل ہم قرآن اور اسلام کے ٹھیکے دار نہیں ہیں لیکن ہم قرآن پاک کی تعلیمات کے تھانے دار ضرور ہیں۔ تھانے دار ہیں جیسے شریعت میں قرآن اور حدیث ہم تک پہنچی ہے تو اس کی حفاظت بھی ہم کریں گیں۔ ٹھیکے دار تو نہیں ہیں یہ تمام مسلمانوں کی کتاب ہے۔

بہر تقدیر اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۞

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے اے اللہ ہمیں ان کے

راستے سے محفوظ کر دیں (آمین) اور جو گمراہ ہیں ان کے بھی راستے سے محفوظ کر دیں۔ اور ان چار جماعتوں کے راستے پر ہمیں چلا دیں، انشاءاللہ پھر خوا مخوا ہدایت آئے گی۔

علمی قرآن اور عملی قرآن:

صلحا، مفسریں اولیاء کے ساتھ صحبت رکھنی چاہیے، ان کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔ ایک علمی قرآن ہے، کہ اس میں علمی باتیں ہیں جو موجود ہیں اور اس میں علوم ہیں اور ایک عملی قرآن ہے۔

علمی قرآن تو ہمیں موجود ہے، وہ تو ہم نے سیکھ لیا، تفسیر سے ہم نے یاد کر لیا اب علومِ قرآن ہمیں یاد ہو گئے ہیں اس کو اب عمل میں کیسے لائیں اس کیلئے پیغمبر علیہ السلام والی صورت اور پیغمبر مبارک علیہ السلام کی سیرت ہے۔ نبی علیہ السلام صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں "صلوا کما رایتمونی او صلی" ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے دیکھتے ہو، ایسی طرح نماز ادا کریں۔ پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات، پیغمبر علیہ السلام والی صورت اور سیرت اور احادیث مبارکہ عملی قرآن ہے، اور آیات قرآن علمی قرآن ہے۔

صرف کتابوں سے ڈاکٹر بن جاتا ہے کیا؟:

یہ تو واضح اور آسان سی بات ہے کہ ڈاکٹر جب ڈاکٹری کی پڑھائی کر لیتا ہے، اپنی کتابیں پڑھ لیتا ہے، تو یہ صرف ان کتابوں سے ڈاکٹر بن جاتا ہے کیا؟ یا

کہیں عملی تجربہ بھی کرتا ہے؟۔ مثال کے طور پر میں ڈاکٹر بننا چاہوں اور ڈاکٹری کی کتابیں اردو میں لکھی ہوئی ہیں اور میں ان کو پڑھ لوں اور جب میں مطالعہ کر لوں تو اس کے بعد میں اپنا کلینک کھول لوں ، تو اللہ جانے کہ کس کی بیماری کا علاج کروں گا اور کس کی تمام۔ ہمارے استاد اقدس فرماتے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ قبرستان آباد کر لوں۔

آسان سی مثال ہے ، کتابوں میں کھانے پکانے کی تراکیب لکھی ہوتی ہیں، کہ اتنا اس میں مصالحہ ڈالیں اتنے اس میں ٹماٹر، فلانی چیز اتنی ڈالیں اور فلانی چیز اتنی تو اس سے آپ کی ہانڈی تیار ہو جائے گی۔ اب ایک بندہ ہے اس نے کتاب میں دیکھ لیا اور تمام سامان لے آیا تو اب آپ کا کیا خیال ہے یہ قورمہ بنے گا یا ملغورمہ ؟، قورمہ ،مورمہ تو نہیں ہو گا لیکن کوئی چیز بنا لے گا۔

تو اسی طرح دنیا کے کاموں میں خالی علمی طور سے انسان مقصد تک نہیں پہنچ سکتا تو اس کیلئے کوئی عملی کوشش کرتا ہے کسی استاد سے سیکھتا ہے اور اسے دیکھتا ہے کہ اس میں اتنی مہارت کیسے آئی ہے۔ اسی طرح صراط المستقیم کیلئے بھی ضروری ہے کہ ہمارا قرآن پاک کے ساتھ علمی اور عملی تعلق بن جائے۔ قرآن سے واقف ہو جائیں یہ اللہ کا پیغام ہے، یہ رب العالمین کا پیغام ہے۔ اور اس واقفیت کے بعد صلحاء اور اولیا کی صحبت میں بیٹھیں کہ ان سے عملی طور سے دیکھ لیں کہ وہ کیسے قرآن پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ مجھے بھی صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق دے دیں اور آپ کو بھی اور تمام مسلمین کو اللہ ہدایت کے راستے پر چلا دے۔ آمین

و صلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه واله الهی و اصحابه وبارك وسلم عليه

باب نمبر ۷ خلاصہ

	مقصود	بندے کا کلام	اللہ جلّ جلالہٗ کا کلام
۱	اپنے قدیمی نمک خوار ہونے کا اقرار۔	اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ تمام تعریفیں اللہ جلّ جلالہٗ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔	" حَمِدَنِیۡ عَبۡدِیۡ " میرا بندہ میری تعریف کر رہا ہے۔
۲	اللہ جلّ جلالہٗ کے مہربان ہونے کا اقرار۔	الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ جو رحمن ہے رحیم ہے۔	اَثۡنٰی عَلَّی عَبۡدِیۡ " میرے بندے نے میری ثناء کی۔
۳	عدالت عالیہ کے بااختیار ہونے کا اقرار۔	مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ روزِ جزا وسزا کا مالک ہے	مَجَّدَنِیۡ عَبۡدِیۡ " میرے بندے نے میری بزرگی، بڑائی اور عظمت بیان کی۔
۴	اپنے غلام ہونے اور آقا سے مدد ملنے کا اقرار۔	اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ خاص آپ کی عبادت کرتے ہیں اور خاص آپ	هٰذَا بَيۡنِیۡ وَ بَيۡنَ عَبۡدِیۡ فَلِعَبۡدِیۡ مَا سَاَلَ یہ جملہ میرے اور میرے بندے کے بیچ مشترک

		ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔	ہے، میرے بندے نے جو مانگا میں دونگا۔
۵	مقصود اصلی کیا ہے؟ گناہوں سے جان چھڑائے۔	اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کیجئے	فَھُوَ لِعَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ یہ میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہی ہے جو اس نے مانگا ہے۔
٦	انبیاء ،اولیا ،صالحین کا ساتھ عطا کر دیجئے	صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا	
۷	یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہنم جانے سے بچا دیجئے	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر آپ نے غصب کیا۔ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔	